شمس گردی

یوسف علی عزیز مگسی

عبدالعزیز کرد

یوسف عزیز مگسی چیئر

یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ

جامعہ یوسفیہ

Yousaf Aziz Magsi Chair

Yousaf Aziz Magsi Chair

شمس گردی

مونوگرام

مصنفین: یوسف علی عزیز مگسی، عبدالعزیز کرد

یوسف عزیز مگسی چیئر، یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ

جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ

شمس گردی

یوسف علی عزیز مگسی　　عبدالعزیز کرد

یوسف عزیز مگسی چیئر

یونیورسٹی آف بلوچستان کوئٹہ

Yousaf Aziz Magsi Chair

Yousaf Aziz Magsi Chair

(اردو ایڈیشن) (ہنگامی اشاعت)

اِنّ اللّٰہَ لا یغیّرُ مَا بِقومٍ حتّٰی یغیّرُوا مَا باَنفُسِہِم

خدا نے آجتک اُس قوم کی حالت نہیں بدلی

نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا

میر شمس شاہ وزیر اعظم ریاستِ قلات کی غیر سرکاری اور شخصی بے اعتدالیوں کی نقاب کشائی

شمس گردی

اور

ریاست قلات کے آئندہ نظامِ حکومت کا اجمالی خاکہ

جو **انجمنِ اتحادِ بلوچستان** اور **قبیلہ مگسی** مہاجرین کی طرف سے

نوابزادہ میر محمد یوسف علیخان عزیز مگسی اور میر عبدالعزیز خان کرد سیکرٹری انجمن ھذا

نے حسب الحکم مجلسِ عاملہ شائع کرایا

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

Yousaf Aziz Magsi Chair

جملہ حقوق بہ یوسف عزیز مگسی چیر یونیورسٹی آف بلوچستان

نام: شمس گردی

مصنفین: یوسف عزیز مگسی ،عبدالعزیز کرد

سال اشاعت: 2017

تعداد: 1000

قیمت: 150روپے

ناشر: یوسف عزیز مگسی چیئر
یونیورسٹی آف بلوچستان

Yousaf Aziz Magsi Chair

چئیر نوٹ

سال 1930 میں مگسی صاحب جب جیل میں تھا تو ''انجمن اتحادِ بلوچستان'' کے ساتھیوں نے اس سے خفیہ رابطے کیے اور اس کی پوری نظر بندی کے دوران یہ رابطے جاری رہے۔ چنانچہ ایسی ہم خیالی تشکیل پائی کہ ہماری پوری تاریخ کو ایک شاندار سمت عطا ہوئی۔

مگسی صاحب دس ہزار روپیہ جرمانہ بھر کر، چار ماہ قید اور ایک سال نظر بند رہ کر رہا ہوا۔ مگر شمس شاہ نے تب بھی اسے معاف نہ کیا۔ اُس پر ''مگسی ہجرت'' کا الزام لگا کر اس کے خلاف فضاء تیار کرنی شروع کی۔

واضح رہے کہ وزیر اعظم شمس شاہ نے مگسی قبیلہ کے اپنے ہی مقرر کردہ سردار میر گل محمد خان کو گرفتار کرلیا اور اس کی جاگیر پر اپنا نائب بٹھا دیا۔ مگسیوں نے وزیر اعظم کے اس استبدادی طرزِ عمل کے خلاف احتجاج کے طور پر اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر ہجرت کرنے کا فیصلہ

کیا تا کہ ہندوستان کی طرف جا کر وائسرائے ہند سے اپیل کی جائے۔ چنانچہ نومبر 1931 میں مگسی قبیلے کے لوگ ہجرت کرنے لگے جن کی تفصیلات اور خبریں ہندوستانی اخبارات میں شائع ہوئیں۔ مگسیوں کی ہجرت اور واویلا سے شمس شاہ گھبرا گیا۔ اس نے لالچ، دھونس، اور سازش کے سارے گُر استعمال کیے مگر مگسیوں نے واپس جانے سے انکار کردیا۔ چنانچہ اس نے برٹش گورنمنٹ کے سامنے اپنی غیر مہذب کارروائیوں پر پردہ ڈالنے کا یہ حیلہ اختیار کیا کہ مگسیوں کی ہجرت کو میر یوسف علی کی سازش اور اشتعال انگیزی قرار دیا۔

اِدھر جیل سے رہائی پہ مگسی صاحب کو انجمنِ اتحاد بلوچستان کا راہنما منتخب کیا گیا۔ اس نے اپنی جدو جہد جاری رکھی۔ انجمن اتحاد بلوچستان اور قبیلہ مگسی کے مہاجرین کی طرف سے شمس شاہ وزیر اعظم ریاست قلات کی غیر سرکاری اور شخصی بے اعتدالیوں کی نقاب کشائی کے لیے چونسٹھ صفحے کی ایک ہنگامی اشاعت بنام ''شمس گردی'' شائع کی گئی۔ جسے یوسف علی خان عزیز مگسی اور میر عبدالعزیز کرد نے جنرل باڈی کے فیصلے کے تحت نومبر 1931 میں لاہور سے شائع کرایا۔

اس پمفلٹ میں بلوچستان پہ مسلط شمس شاہ کے مظالم کا تفصیل سے ذکر کیا گیا۔ کسانوں پہ بیگار، اُن پر ناروا مالیہ، کورٹ فیس، محصول جمعداری، اور فصلوں کے چھ چھ ماہ تک بٹائی نہ ہونے پر اناج کا ضیاع .... کیا کیا ناروائیاں نہ تھیں۔ اس پمفلٹ سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ انجمن ایک زبردست کسان تحریک تھی جس کا یہ پہلو ابھی تک دانشوروں کی زیرک آنکھوں سے اوجھل رہا۔

اِس کی اصل کاپی ہمیں محترمہ گل بانو نے عطا کی ہے جو اُن کے والد محترم میر گل خان نصیر کی ملکیت تھی جسے ہماری اِس بہن نے اتنا عرصہ حفاظت سے رکھا اور 2011 میں میر صاحب کی بقیہ دستاویزات کے ساتھ اُسے بھی ہمارے حوالے کردیا۔ برادرم عبدالقادر رند نے بھی ایک فوٹو کاپی عطا کی۔

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

یہ کتابچہ نایاب تھا۔ نئے لکھنے والوں کے لیے اس کا دستیاب ہونا بہت ضروری ہے۔ اس لیے کہ یہ ریسرچ کرنے والوں کے لیے ایک "بنیادی ریسورس" ہے۔ صرف ریسرچ کرنے والوں ہی کے لیے نہیں بلکہ ایم فل اور پی ایچ ڈی کے سکالروں، اکیڈمکس، سیاستدانوں اور پڑھنے والے لوگوں کے لیے بھی اس کا عام دستیاب ہونا اشد ضروری ہے۔

اس لیے ہم اسے دوبارہ چھاپ رہے ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر شاہ محمد مری
ڈائریکٹر
یوسف عزیز مگسی چیئر
یونیورسٹی آف بلوچستان

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

Khan Bahadur Mir Shams Shah,

I.S.O

Political Adviser to His Highness the

Khan of Kalat.

Mir Shams Shah who was Born in 1865 is a Bokhari Syed of Peshawar, and by virtue of his family connections has always commanded special respect among the tribesmen of the Frontier. He Joined Government service in the Punjab in February 1886 and was subsequently transfered to Balochistan where he served as Native Assistant Commissioner in the Khojak Pass, Extra Assistant Commissioner Pishin, Personal Native Assistant to the Agent to the Governor General and the Settlement Extra Assistant Commissioner, and he is now on Foreign service as Political Adviser to the Ruler of the Kalat State.

While Settlement Officer, the Sibi, Hindu Bagh, Killa Saifulla, Duki and certain portions of the Barkhan Tahsils were brought under preliminary settlement operations. The Quetta Tahsil was also brought under regular settlement.

عرض حال

نہ ستیزہ گاہِ جہاں نئی نہ حریفِ پنجہ فگن نئے
وہی فطرتِ اسداللّٰہی وہی مرحبی وہی عنتری

ناظرین حضرات! یہ مکتوب نہ تو کسی خاص فرد اور نہ ہی کسی خاص جماعت کے لیے لکھا گیا ہے۔ ہر ایک وہ فرد ہر ایک وہ جماعت جسے اس داستانِ الم سے کچھ رغبت ہو اس مکتوب کا مکتوب الیہ بن سکتی ہے۔ اس مکتوب کا محرک وہی جذبہ ہے جو آیہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَومٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ کے مختصر مگر جامع اور بلیغ الفاظ میں مستور ہے، باقی رہا یہ سوال کہ یہ کیا چیز ہے؟ میں نہیں جانتا کہ کن الفاظ میں اس کی تشریح کروں!۔

مختصراً یہ سمجھ لیجیے کہ یہ ایک جماعت کی داستانِ بربادی ہے، اور احساسِ بیداری ہے، بیسویں صدی کے ایک فرعون کے لیے "عصائے موسوی" ہے، برادرانِ وطن کی بے حسی اور تن آسانی کے لیے ایک تازیانہِ بیداری ہے، فمن اعتدے علیکم فاعتداعا بمثل ماعتدٗ پر کاربندی ہے جو "انجمن اتحادِ بلوچستان" کی مجلس عاملہ کے جنرل اجلاس نے باتفاق رائے اشاعت کے لیے بھیجا۔ انجمن متذکرۃ الصدر نے (جس کا میں بھی ایک رُکن ہوں) اپنی نیتوں کی صفائی کے لیے خدائے قدوس سے استدعا کرنے کے بعد اس میدان میں قدم رکھا ہے۔ ہر ایک سطر پر خود غرضیوں کے مقابلہ میں ایمان کی پناہ لی ہے۔

Yousaf Aziz Magsi Chair

جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے ۔اپنی صداقت کے بھروسے پر بے جھجک اپنے آپ کو اس اعلان کرنے میں ایمانی نقص نہیں پاتا۔ کہ اس مکتوب میں ذاتی اور مبالغہ کا شائبہ تک نہیں۔ بلکہ سر شمس شاہ کی دشمنی کے تمام خطرات ضبطیِ جائیداد اور تکالیفِ پسماندگان کو برداشت کرتے ہوئے خدمتِ قوم اور بہبودی و اصلاحِ ریاست کا ایک خطرناک بیڑا اپنے کمزور کندھوں پر اٹھانے کا عزم کیا گیا ہے اور صداقت و انصاف کا خالق ہی ہمیں اس راہ میں ثابت قدم رکھے گا۔ ربنا اِحنذا وَ ثبت اَقدامنا علیٰ صَراطَ المستقیم۔

اپیل

بخدمت محترم عالیجاہ قومی سرداران اور تعلیم یافتہ نوجوانانِ قوم و دیگر قومی درد کے احساس رکھنے والے حضرات!

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق اور مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

یوسف علی خان

حضرت آزاد بلوچ مسلم الرحمٰن ایک روشن خیال اور زندہ دل اور تحریکِ قومی کے روح روان اعلیٰ قابلیت کے نوجوان ہیں۔ ذیل کی نظم مکتوب کے لیے اُن کی ارسال کردہ ہے۔

جذباتِ آزار

واژ گونئ مقدر ہے بلوچی قوم میں!!! — کاٹ دینے کے جو قابل ہیں وہ سر پیدا ہوئے
خونِ دل سے سینچتے ہوں شجرِ باطل کو سدا — اور جلائیں کشتِ حق کو وہ شرر پیدا ہوئے
حق سے ہو جنگی لڑائی روز و شب صبح و مسا — اور باطل کو بچائیں وہ سپر پیدا ہوئے
کشتی انصاف چھوڑیں بحرِ بے پایاں میں — ظُلم کو ساحل لگائیں وہ خضر پیدا ہوئے
روشنی قربان ہو جن کی فقط ''قربان'' پر — ظُلمت افزا دھر میں ''شمس و قمر'' پیدا ہوئے
کرلے جو کچھ تجھکو کرنا ہے کہ تیرا وار ہے — مژدہ باد اے مرگ! علیلے آپ ہی بیمار ہے

اپنے ابنائے وطن کو تو نصیب آزار ہو
ظالموں کے واسطے باخشک و تر پیدا ہوئے

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

خاص برائے مکتوب

ازنواب زادہ **محمد یوسف علیخان** عزیزؔ

(مگسی بلوچ)

ما اُلفتِ ترابدل و جان خریدہ ایم
ازدوجہان مہرِ تو دردل گزیدہ ایم

باما مگوزآتشِ نمرود اَے رفیق
ماازشرابِ عشقِ خلیلی چشیدہ ایم

باطل کجا کہ وحدتِ حق رادہد شکست
درکربلا شہادتِ توحید دیدہ ایم

گنجد کجا بنظرم این لشکرِ یزید
درکربلا شہادت ِ شبیر دیدہ ایم

نازم وشکر گویم این قید و بندرا
زین برمقامِ عشقِ حُسینی رسیدہ ایم

بنامِ خداوند سمیع علیم

مَیں جانتا ہوں محبت میں ہے زیاں لیکن
معاملہ ہی کیا ہوا گر زیاں کے لیے ؟

تمہید

مگسی قبیلہ کے تحریکِ ہجرت کے سلسلہ میں اس سے قبل اخبارات میں جو کچھ ریاست قلات کے وزیراعظم میر شمس شاہ کے ظلم واستبداد کے برخلاف شائع ہوتا رہا ہے۔اس سے ظلم واستبداد کی صرف اجمالی صورت بے نقاب ہوتی ہے اوراس قومی تحریکِ ہجرت کی مخالفت او رمذمت میں وزیراعظم نے سرداران ریاست کے نام سے جو برقی پیامات شائع کرائے تھے ان کی حقیقت بھی انجمن ہذا کے اس مکتوب سے کسی حد تک واضح ہوچکی ہے، جوزمیندار کی اشاعت 17 نومبر 1931 میں طبع ہوا ہے۔اس مکتوب میں انجمن کی طرف سے یہ بھی اعلان کیا گیا تھا کہ وزیراعظم کی شخصی بے اعتدالیوں کو تفصیل کے ساتھ بے نقاب کرنے کی مہم عنقریب جاری کی جاوے گی۔

وزیراعظم کو کافی موقعہ ملتا رہا کہ وہ تلافی مافات کے طور پر اپنا طرزِعمل بدل دیتے اور رعایا کی تکالیف وشکایات کو دور کرکے آگ کو ٹھنڈا کرتے۔لیکن بدقسمتی سے انہوں نے کوئی ایسا قدم اس سلسلہ میں نہیں اٹھایا جس کو تدبر اور دوراندیشی سے تعبیر کیا جاسکے۔بلکہ تلافی

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

مافات کی بجائے وہ انتقام جوئی کے منصوبوں میں مصروف رہے اوراس لیے مجبور ہو کر خدائے بزرگ و برتر کے پاک نام کے ساتھ اوراس کی حمایت کے بھروسہ پر ہم نے اپنا کام اس مکتوب کی صورت میں شروع کر دیا ہے۔اور خدا سے توفیق مانگتے ہیں کہ وہ ہم کو ثابت قدم اور ہمارے جذبات کوذاتی غرض مندیوں سے پاک رکھے۔آمین!

مگسی قبیلہ کے علاوہ متعدد دیگرقبائل اور عام رعایائے ریاست قلات کے اندر ایک خاص جذبۂ بیداری پیدا ہو گیا ہے۔اور تمام رعایا آمادہ ہے کہ وزیراعظم کے ظلم واستبداد کوختم کرنے کے واسطے قومی جدو جہد شروع کریں.........لیکن سب کواس خوف نے باز رکھا ہوا ہے کہ ایسی جدو جہد کووزیراعظم دربار قلات اور انگریزی حکومت سے بغاوت کا جامہ پہنا کر تہہ تیغ کرا دے گا۔

اس لیے انجمن اتحادِبلوچستان بمعہ چالیس ہزار مگسی وغیرہ مہاجرین کھلم کھلا اعلان کرتی ہے کہ قومی جدو جہد کی اس سرگرمی کی کوئی ذمہ داری دربار قلات یا انگریزی حکومت پر عائد نہیں ہوتی۔ بلکہ اس تمام صورت حال کے لیے میر شمس شاہ کی غیر سرکاری اور شخصی بے اعتدالیاں ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ ریاست کا شاہی نظامِ حکومت تو خان نصیر خان اول کے عہد مبارک سے ہی جس کو دو صدی گزر چکی ہیں،ایک ایسے خوشگوار اصول پر قائم ہوا ہے جس کو ہر کوئی دل و جان سے پسند کرتا اور احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔اور جس میں انگریزی گورنمنٹ بروئے معاہدات کوئی مداخلت نہیں کرتی۔ ہماری ریاست کے اس شاہی نظامِ حکومت کواسی مبارک عہد کے وقت سے یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی رو سے رعایا کے تمام قبائل اپنے قومی نظام میں ہرطرح سے آزاد ہیں۔اب اگر وزیراعظم اس نظام آزادی میں بسرِ خود کوئی مداخلت نہ کرتا اوراپنی پالیسی کوشاہی نظام کے تابع رکھتا تو آج ریاست کے اندر بے چینی نام کو نہ ہوتی۔لیکن افسوس ہے کہ وزیراعظم نے قبائلی نظامِ آزادی میں اپنے حسبِ منشاء مداخلت کی ایک ایسی خودساختہ پالیسی اختیار کررکھی ہے جو صرف اس کی اپنی ذاتی خواہشات

کی تکمیل اور شخصی نام ونمود کو بڑھانے کے لیے ہے۔ملک کی ترقی رعایا کے سود و بہبود سے اس کی پالیسی کوسوں دور ہے۔قبائلی نظامِ آزادی میں مداخلت سے وزیراعظم کا مقصد اس کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے کہ تمام سردارانِ قبائل کومرعوب کر کے صرف اپنا زیرِ نگین، دست نگر اور آلۂ کار بنایا جاوے۔اس لیے ملک میں اس کے برخلاف ناراضگی کی دھواں دھار فضا پیدا ہوگئی ہے اوراس سلسلہ میں زخم خوردہ قبائل نے مجبور ہو کر جو اقدام شروع کیا ہے وہ صرف اور خاص میر شمس شاہ وزیراعظم کی غیر سرکاری طرزِ عمل کے برخلاف ہے۔جس کے واسطے صرف وزیراعظم کی نجی حیثیت ذمہ دار اور جوابدہ ہے۔اس بے چینی کو اوراس کے کسی ضمنی جدو جہد کو دربارِ قلات کے شاہی نظام یا برٹش گورنمنٹ کی غیر جانبدارانہ پالیسی کے برخلاف ہرگز نہ سمجھنا چاہیے۔ ریاست کی تمام رعایا دربار قلات کے شاہی وقار کواور برٹش گورنمنٹ کے اقتدار کو ہر پہلو سے احترام کے ساتھ دیکھتی ہے۔صرف میر شمس شاہ کی شخصیت نے لوگوں کو برافروختہ کر دیا ہے۔

ریاستِ قلات سیاسی حیثیت کے اعتبار سے نیپال اور بوٹان کی ریاستوں کی طرح اپنے اندرونی نظامِ حکومت میں ہرطرح سے آزاد اور خودمختار ہے۔لیکن سات سال کے عرصہ سے ریاست کے ہردلعزیز فرمانروا اعلیٰ حضرت حضور خان میر محمود خان ثانی آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے جو کہ اب حال ہی میں فوت ہو گئے ہیں۔مرحوم والئی ریاست کی معذوری بصارت کے وقت سے لے کر آج تک تمام اختیاراتِ حکومت عملاً وزیراعظم میر شمس شاہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جو کہ اس وقت ریاست قلات میں ایک استبدادی ڈکٹیٹر کی حیثیت اختیار کیے ہوئے اور سیاہ وسفید کے مالک ہیں۔

ملک کی بدقسمتی سے وزیرِ موصوف حد سے زیادہ خوشامد پسند ہیں۔ذاتی جاہ وجلال اور شخصی نام ونمود کے بہت بری طرح سے بھوکے ہیں اوراس پر طرہ یہ کہ ضرورت سے زیادہ درشت مزاج واقع ہوئے ہیں۔عمر شریف 70 سال سے زیادہ ہوگئی ہے لیکن طبیعت میں کوئی

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

نرمی پیدا نہیں ہوئی۔ قلب کے اندر رعایا یا کسی غیر بنی نوع انسان کے واسطے ہمدردی کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔ شب و روز جابرانہ طریق پر خشمگین زندگی بسر کرنے کے ایسے عادی ہوئے ہیں کہ غریب اہل مقدمات اور سائلوں کے ساتھ بھی کمال رعونت آمیز اور نازیبا طریق سے کلام کیا جاتا ہے۔ دفتر کے غریب اور بے بس پیشکاروں کو تو کتوں سے بھی بدتر سمجھ کر ایک ایسے دل آزار پیرایہ میں خطاب کیا جاتا ہے جو غیر مہذب لوگ بھی کم استعمال میں لاتے ہوں گے۔ بد اخلاقی کی یہ عادت آپ کی طبیعت میں اس زمانہ سے جاگزیں چلی آرہی ہے جبکہ آپ پٹواری تھے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ہر کہنہ گدائے کہ تو نگر گردد

صد سال ازو بوئے گدائی نرود

وزیراعظم صاحب کی سیرت کے مندرجہ بالا اجمالی نقشہ سے اندازہ لگ سکتا ہے کہ اس قسم کی صفتوں کا مالک کس طرح حکمرانی کرتا ہوگا۔ بہر حال وہ ہمیشہ یہی خواہش رکھتے ہیں کہ جا و بیجا جس طرح سے بھی ہو ریاست کے قومی سردار چاہے اگر اس کی مخصوص پالیسی سے نفاق بھی رکھتے ہوں تب بھی ان کے آگے ناک رگڑتے رہیں۔ اور اس طرح سے سرداروں کو اپنے آہنی پنجہ میں رکھ کر ریاست میں خود جس طرح چاہیں من مانی کاروائی کریں۔ اور سرداروں کو ان کی مرضی کے آگے بال برابر چون و چرا کرنے کی جرات حاصل نہ ہو۔ چاہے ان کی مرضی، قانونِ قدرت اور نظامِ حکومت کے برخلاف اور ناجائز ہی کیوں نہ ہو۔ جو ہمیشہ خلاف ہی ہوا کرتی ہے۔

جو سردار شاذونادر وزیراعظم کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم نہیں کرتا۔ یا رعایائے ریاست میں سے کوئی بھی اس کی اس سکھا شاہی کے برخلاف زبان کھولنے کا تصور کرتا ہے اس کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اس کی آزادی سلب، جائیداد ضبط، اور عزت و آبرو غیر

محفوظ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ریاست کے اکثر سردار جو اخلاقی جرات نہیں رکھتے، وزیراعظم کے کلی اختیارات اور استبدادی پنجہ سے مرعوب ہو کر بادل ناخواستہ وزیراعظم کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنے ہوئے ہیں۔ جو کچھ وزیراعظم اُن سے چاہتا ہے حسب منشاء خود لکھوا لیتا ہے۔ ان کو چون و چرا تک کی مجال نہیں ہے چاہے وہ بات ان کی مرضی کے کس قدر ہی برخلاف ہو۔ چنانچہ علیحدہ ہنگامی نوٹ شائع کرا کر یہ راز فاش کیا جا چکا ہے کہ مگسی تحریکِ ہجرت کی مخالفت و مذمت میں سردار گل محمد خان اور قلات سٹیٹ کونسل کے 3 ارکان کی طرف سے ان کی مرضی کے برخلاف اخبارات میں برقی پیغامات شائع کرائے گئے۔ لیکن وہ خوف سے ذرا بھی سرتابی کی جرات نہ کر سکے۔ یہی حال رعیت کا ہے۔ نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ تمام ریاست میں جس قدر ماتحت افسر ہیں سب نے رعایا پر ظلم و ستم توڑنا شروع کیا ہے۔ رشوت کی وہ گرم بازاری ہے کہ الامان! ۔ خود ریاست کا مالیہ بھی ماتحت افسروں کی بد دیانتی سے محفوظ نہیں رہا۔ ہر ایک ماتحت مقامی افسر گذشتہ پندرہ بیس سال سے پندرہ روپیہ کا پٹواری تھا آج ہزاروں کا مالک بنا ہوا ہے۔ اور یہ ہزاروں کی املاک رعایا کا خون چوس کر اور ریاست کا مالیہ کئی ڈھنگ سے خورد برد کر کے پیدا کی گئی ہے۔ تمام ریاست کے اندر صرف ایک مستوفی ہے جو ایسے عیوب سے پاک ہے۔ اور وہ مولوی محمد شفیع صاحب کی ذات ہیں۔

ہر چند کہ وزیراعظم نے سرداروں کو اور رعایا کو خوفزدہ کر کے خاموش کر رکھا ہے اور انگریزی حکومت ریاست کے معاملات میں دخل نہیں دیتی۔ لیکن بنی نوع انسان کے اندر خالق کائنات نے ایسے افراد بھی پیدا کیے ہیں جو اپنے معبود برحق کے سوا کسی دوسری طاقت کے سامنے اپنا سر نیچا کرنا کفر سمجھتے ہیں۔ ریاستِ قلات کے اندر بھی ایسے خدا پرستوں کی کوئی کمی نہیں جو آج تک تو صبر سے کام لیتے رہے لیکن اب ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا ہے۔ اس لیے باطل کے مقابلہ پر کھڑے ہو گئے ہیں۔

لیکن اپنی طاقت کے بھروسہ پر نہیں۔ بلکہ اپنے خدا کی حمایت پر بھروسہ کر کے جس کی

Yousaf Aziz Magsi Chair

جبار و قہار ذاتِ پاک ہر جگہ حاضر و ناظر ہے اور جو سمیع علیم ہے۔ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے۔ وہ منتظم حقیقی ہے جو ''دیر گیر اور سخت گیر'' ہے۔ پس اے مکافاتِ عمل سے غافل وزیراعظم! تیار رہ کہ اب منتقم حقیقی کی طرف سے تیرے اعمال کے بدلہ ملنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

خونِ اربابِ وفا کی کوئی قیمت نہ سہی
تم مگر کچھ تو پشیمانِ جفا ہو جانا

عبدالعزیز کرد

بِسمِ اللّٰہِ الرحمٰنِ الرّحِیم

قبائلی آزادی کی پائمالی

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

تمہید میں واضح طور پر بیان ہو چکا ہے کہ قبائل کو والئی ریاست کی طرف سے اپنے قومی نظام کی پوری آزادی حاصل ہے اور وزیراعظم نے اس میں مداخلت شروع کر کے سرداروں کو اپنے قابو میں لانے کی کوشش شروع کی ہے۔ چنانچہ اول تو وزیراعظم نے قبیلہ مینگل کی آزادی سلب کرنے کی کاروائی شروع کی۔ لیکن اس قبیلہ کے غیور سردار میر رسول بخش خان نے جو ایک تعلیم یافتہ اور روشن خیال نوجوان ہے، وزیراعظم کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

صاف انکار کر دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وزیر اعظم نے اس غیور سردار کو پھانسنے کے لیے فرضی مقدمات کھڑے کرائے اور بناوٹی شہادتوں سے ان کو ثابت کرا کر سردار کو گرفتار کر کے قید کرا دیا۔

وزیر اعظم کا دوسرا حملہ مگسی قبیلہ کی آزادی پر ہوا۔ اور اسی قبیلہ کے سردار میر گل محمد خان سے جبراً یہ لکھوالیا کہ مگسی قوم اور میری جائیداد کا انتظام وزیر اعظم کے ذریعہ سے کیا جاوے ' کیونکہ میں بیمار ہوں۔ چونکہ یہ تحریر اُس سے اس کی مرضی کے برخلاف زبردستی سے لی گئی تھی اس لیے بعد میں اس کاروائی کے برخلاف سردار مذکور نے احتجاجاً برٹش حکام کو توجہ دلائی، اس سے وزیر اعظم مشتعل ہو گیا اور اس نے سردار گل محمد خان کو بھی گرفتار کر کے نظر بند کر دیا اور اس کی جاگیر پر اپنا نائب بٹھلا دیا۔

تیسری کاروائی وزیر اعظم کی یہ ہوئی کہ قبیلہ محمد حسنی کے سردار خان صاحب رستم خان پر جو ساٹھ سال کا ایک ضعیف العمر مگر غیور سردار ہے چند فرضی معاملات بنا کر اس کو بھی نظر بند کیا گیا۔

ان تین سرداروں کو قید و نظر بند کر کے ریاست کے دستوری روایات کے برخلاف ان کے قبائل کے انتظام کے واسطے ان کا کوئی ایسا قائمقام مقرر نہ کیا گیا، جو قبائل کے حقوق آزادی کی رو سے ہر ایک متعلقہ قبیلہ میں سے ہی منتخب کیا جانا چاہیے تھا۔ یعنی دستور یہ ہے کہ اگر ایک سردار کسی جرم میں ماخوذ یا معزول ہوتا ہے تو اس کا قائمقام یا جانشین قبیلہ کے قابل افراد میں سے منتخب کیا جاتا ہے۔ اور یہ دستور ریاست کا قدیمی شاہی نظام کا وضع کردہ ہے۔ لیکن وزیر اعظم نے اس شاہی نظام کے قدیمی روایات کو بالکل نظر انداز کر کے ان تینوں قبائل کو اپنے نائبوں کے چارج میں دے دیا۔ چہارم یہ کہ 1924 میں اسی وزیر اعظم کی ریشہ دوان سیاست سے تنگ آ کر رستم زئی قبیلہ کے سردار میر بخت یار خان نے ناراض ہو کر افغانستان کی طرف ہجرت کی تھی جس نے اب وہاں مستقل سکونت اختیار کر لی ہے اور افغان

رعایا میں سرکاری طور پر شمار ہوتا ہے۔ اب وہ اس پوزیشن میں ریاست قلات کا کوئی قومی سردار تسلیم نہیں ہوتا بلکہ ایک معزول سردار ہے۔ پس قبائلی نظام و رواج کے زیر تحت رستم زئی قبیلہ کا دوسرا سردار منتخب کیا جانا لازمی تھا۔ چنانچہ اپنے معزول سردار کا جانشین یہ قبیلہ اس کے بڑے بیٹے میر اللہ یار خان کو منتخب کرنا چاہتا ہے لیکن قبائلی آزادی کا غرض مند مخالف میر شمس شاہ اس طرح کرنے میں حائل ہو گیا ہے۔ اور اب اس نے معزول سردار کو جو کچھ دنوں سے کوئٹہ آیا ہوا ہے پھر ہاتھ میں لے کر بیٹے کے برخلاف مداخلتِ جائیداد کا دعویٰ دائر کرا دیا ہے۔ جس کے سلسلہ میں میر شمس شاہ نے قبیلہ رستم زئی کے ہونہار او روشن خیال سردار زادہ نوجوان میر اللہ یار خان کو نظر بند بٹھا دیا ہے اور اس سے اُس پیداوار کا معاوضہ واپس طلب کیا جاتا ہے جو اُس نے اپنے باپ کی ہجرت اور سرداری سے بیدخل ہونے کے بعد رواجِ ملک کے رُو سے جائز وارث ہو کر سرداری جائیداد سے حاصل کی ہے۔ حالانکہ معزول سردار کے حقوق سرداری زائل ہونے کے ساتھ اس کے وہ حقوق بھی زائل ہو چکے ہیں جو سرداری جائیداد پر رکھتا تھا۔ جس طرح مرحوم مگسی سردار نواب میر قیصر خان کو سرداری سے بے دخل کرنے کے ساتھ جاگیر جھل سے بھی بیدخل کیا گیا تھا۔ اور مگسی قبیلہ نے اپنی بیداری کی بدولت بروقت سرگرمی دکھا کر رواجِ ملک کی رُو سے اپنا دوسرا سردار منتخب کر کے اپنی قومی جاگیر اور اپنے قبائلی نظامِ آزادی کو محفوظ کرا لیا تھا۔ اسی طرح ملکی رواج کی رُو سے میر اللہ یار خان بھی اپنے باپ کی ہجرت اور معزولی کے بعد قبیلہ کے انتخاب کی حمایت پر (جو اس کو پورے طور پر حاصل ہے) اپنے قبیلہ کا سردار اور سرداری جائیداد کا جائز وارث قرار پاتا ہے لیکن چونکہ یہ نوجوان تعلیم یافتہ اور آزاد خیال واقع ہوا ہے اور وزیر اعظم کے ظلم و استبداد کو نا پسند کرتا ہے اس کا قبیلہ ذرا کمزور ہے۔ اس لیے وہ اس کے راستے میں حائل ہو گیا ہے اور اس کو سردار منتخب نہیں ہونے دیتا اور نہ ہی جائیداد پر قبضہ دلاتا ہے۔ بلکہ سب کچھ سے محروم کرنے کے باوجود بیچارہ کو نظر بند بٹھا دیا ہے۔ اور اس طرح سے وزیر اعظم نے اپنی غرض

Yousaf Aziz Magsi Chair

مندی کی خاطر رستم زئی قبیلہ کی آزادی بھی سلب کرلی ہے جس کی بدولت اس قبیلہ کا شیرازہ منتشر ہوگیا ہے اور اب یہ قبیلہ خوار وخراب ہے۔

دستوری حکومت اور قبائلی آزادی کو اس طرح سے پائمال ہوتے دیکھ کر اور اپنے غیور و قوم پرست سرداروں کو اس طرح سے ناحق اور فرضی معاملات کا نشانہ بنتے دیکھ کر ان قبائل کی غیرت نے جوش مارنا شروع کیا۔ اور قومی قبائل نے ارادہ کرلیا کہ وزیراعظم کے اس استبدادی اور غیر سرکاری طرزِ عمل کے برخلاف احتجاج کے طور پر ملک کو خیر باد کہہ کر ہجرت کی جاوے کیونکہ ملک کے اندر رہ کر وزیراعظم کے برخلاف ان کی عزت اور آبرو غیر محفوظ ہے۔ اس لیے وطن سے ہجرت کر کے ہندوستان کی طرف جانے کی تجویز ان مظلوم قبائل نے اس مقصد سے طے کرلی ہے کہ ہزایکسلنسی وائسرائے ہند کی خدمت میں پہنچ کر اپنی فریاد عرض کریں۔

اس احتجاجی ہجرت کی تحریک کو سب سے پہلے مگسیوں کے غیور قبیلہ نے جامۂ عمل پہنانا شروع کیا ہے۔ جن کے حالات ہندوستانی اخبارات میں شائع ہو چکے ہیں۔

باقی قبائل اس احتجاجی ہجرت کی تیاری میں ہیں۔ اور وزیراعظم مگسیوں کی ہجرت اور واویلا سے گھبرا گیا ہے کیونکہ یہ قومی اقدام اس کے بست و دو سالہ بے اعتدالیوں کو افشا کرنے والا ہے۔ اس لیے اب وہ باقی ماندہ قبائل کو اس قومی جدوجہد میں حصہ لینے سے باز رکھنے کے واسطے یہ خودغرضانہ تجویز سوچ رہا ہے کہ ان کے سرداروں کو معافی مانگنے پر آمادہ کر کے رہا کردیا جاوے۔ لیکن ان غیور سرداروں نے معافی مانگنے سے انکار کردیا ہے۔

مینگل اور محمد حسنی قبائل کو ہجرت سے باز رکھنے کی تدبیر کے ساتھ ساتھ وزیراعظم ہر امکانی کوشش عمل میں لارہا ہے کہ مگسی مہاجرین کو بھی دھوکا دے کر واپس بلا لیوے۔ چنانچہ اس مقصد کے واسطے اُس نے خان صاحب حاجی برکت علی خان مستوفی بھاگ کو مہاجرین کے پاس بھیجا بھی تھا لیکن ثابت قدم مہاجرین نے واپس جانے سے انکار کردیا۔ جب

وزیراعظم کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی اور مگسیوں کے واویلا نے زیادہ شدید صورت اختیار کرلی تو اب اُس نے برٹش گورنمنٹ کے سامنے اپنی غیر مناسب کاروائیوں پر پردہ ڈالنے کا یہ حیلہ اختیار کیا ہے کہ مگسیوں کی اس ہجرت کو سردار مگسی کے بھائی میر محمد یوسف علی خان کی سازش اور انگیخت سے منسوب کرنے کی کوشش کررہا ہے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ وزیراعظم کی اس چالاکی کا پردہ بھی اٹھادیا جائے۔

میر محمد یوسف علی خان مگسی خلف مرحوم نواب سردار قیصر خان سی۔آئی۔ای ریاستِ قلات کے ایک تعلیم یافتہ، روشن دماغ اور اصلاح طلب نوجوان ہیں۔ ان کا قصور یہی اور صرف یہی کچھ ہے کہ وزیراعظم کے سامنے سجدۂ اطاعت بجانہیں لاتے۔ اور ایک آزاد خیال آدمی ہونے کی حیثیت سے ایک آزاد زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔ اور وزیراعظم کے غیر سرکاری طرزِ عمل کو ناپسند کرتے ہیں۔ چنانچہ میر موصوف نے ماہ نومبر 1929 اخبار مساوات لاہور میں ایک مضمون وزیراعظم کے طرزِ عمل کے برخلاف شائع کرا کر کوشش کی تھی کہ بلوچی قوم میں بیداری پیدا ہو اور یہ پسماندہ قوم اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہو۔ وزیراعظم چونکہ بلوچی رعایا کی بیداری کو پسند نہیں کرتا اور نئی روشنی سے اس قوم کو فائدہ اٹھانے پر روادار نہیں ہے۔ اس لیے اس کو میر محمد یوسف علی خان کے اس مضمون سے آگ لگ گئی جس پر وزیراعظم نے اپنے خوشامدی اور کٹھ پتلی سرداروں کا جرگہ منعقد کرا کر اور اُن کو سکھلا پڑھا کر یہ رائے اُن سے حاصل کرلی کہ میر محمد یوسف علی خان نے یہ مضمون ریاست میں بغاوت پھیلانے کی نیت سے شائع کرایا ہے اس لیے ان کو مبلغ دس ہزار روپیہ جرمانہ کی سزا دی جاوے۔ اس کے ساتھ ہی سرداروں سے وزیراعظم نے یہ بھی لکھا لیا کہ درستی خیالات کے واسطے میر محمد یوسف علی خان کو ایک سال تک نظر بند بھی رکھا جاوے۔

یہاں یہ امر خاص طور سے قابل غور ہے کہ وزیراعظم نے اخبار مساوات کے ایڈیٹر و پبلشر وغیرہ کے برخلاف کوئی قانونی کاروائی کرنے کا قدم نہیں اٹھایا۔ کیونکہ اس طرح کرنے

Yousaf Aziz Magsi Chair

سے وہ خوب سمجھتا تھا کہ اس کو برٹش عدالت میں جانا پڑے گا۔ جہاں اُس کے کٹھ پتلی سرداروں کے جرگہ کی بجائے عدل و انصاف کرنے والے جج ہوں گے۔ جن کا عدل و انصاف اس کی بے مناسب کاروائیوں کو بے نقاب کرے گا جس سے اس کی بدنامی ہوگی۔

الغرض 10,000 روپیہ جرمانہ بھر کر 4 ماہ قید اور ایک سال نظر بند رہ کر امسال میر محمد یوسف علی خان رہا ہو گئے ہیں۔ لیکن چونکہ وزیراعظم ہنوز بدستور تشنۂ انتقام تھا اس لیے اُس نے میر مذکور کو نئی مصیبتوں میں پھانسنے کے لیے نئے جال پھیلانے شروع کیے۔ چنانچہ پہلا وار یہ ہوا کہ مگسی تحریک ہجرت کو میر محمد یوسف علیخان کی شرارت، سازش اور انگیخت سے منسوب کرنے کی کوشش کی گئی، جو تا ہنوز جاری ہے۔ اور اس کے ثبوت میں اُن کے بھائی سردار گل محمد کا بیان زبردستی قلمبند کیا گیا کہ یہ ہجرت میر محمد یوسف علی خان نے میرے برخلاف پھیلائی ہے۔ حالانکہ مگسیوں کے مطالبات میں سے ایک خاص مطالبہ یہ بھی ہے کہ ہمارے نظر بند سردار گل محمد خان کو رہا کر کے سرداری پر بحال کیا جائے۔ یہ قابلِ غور امر ہے کہ اگر میر محمد یوسف علی خان نے مگسی قبیلہ کو ہجرت پر آمادہ کیا ہے تو پھر یہ لوگ سردار گل محمد خان کی حمایت کیوں کرتے ہیں۔ حالانکہ وزیراعظم نے میر محمد یوسف علی خان کے برخلاف سب سے بڑی تہمت یہ لگائی ہے کہ سردار گل محمد خان کے مقابلہ میر محمد یوسف علی خان مگسی قبیلہ کی سرداری کے خواہاں ہیں اور اس کی جاگیر پر بھی قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ جو سراسر کذب و افترا اور بہتان عظیم ہے۔ لیکن اگر یہاں تھوڑی دیر کے لیے وزیراعظم کے اس فرضی الزام کو تسلیم بھی کرلیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسی صورت میں میر محمد یوسف علی خان کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ اپنے تمام قبیلہ کو بصورت تمام و کمال قابو میں لا کر ان سے اپنے ہی مد مقابل کی حمایت کرتے۔ اگر واقعی کوئی ایسی صورت ہوتی اور وہ سرداری کا خواہاں ہوتے تو اس سے بڑھ کر اور کون سا زرّیں موقع ان کو اپنی حمایت کرانے کا ہاتھ آسکتا تھا۔

بہر حال جب میر محمد یوسف علی خان نے ریاست قلات کے اندر بلکہ سارے بلوچستان

کے اندر فضا کو اپنے برخلاف پایا تو اس ستم رسیدہ نے بھی اپنے وطنِ عزیز کو خیر باد کہہ کر انگریزی علاقہ میں پناہ گزین ہونے کے واسطے ہندوستان کی طرف ہجرت کرلی جس سے وزیراعظم زیادہ برافروخت ہوگیا۔ اور اس نے کوشش شروع کی کہ برٹش پولیٹیکل ایجنٹ قلات سے میر محمد یوسف علی خان کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کرا کر اس کو ہندوستان کی وسیع سرزمینِ آزادی میں بھی پناہ نہ لینے دی جاوے۔ لیکن انصاف پرور پولیٹیکل ایجنٹ کرنل فلوڈن نے وزیراعظم کے محض ذاتی انتقام کی خاطر ایک بے گناہ کے برخلاف فرضی اور ناحق وارنٹ جاری کرنے سے انکار کردیا اور وزیراعظم کی اس پالیسی کی مذمت کی جس پر وہ عمل پیرا ہو کر قبائلی نظامِ آزادی کو کچل رہا ہے جس سے بدنظمی پھیل رہی ہے۔

برٹش حکام سے کورا جواب پا کر بھی وزیراعظم اپنی منتقمانہ کاروائیوں سے باز نہ رہ سکا۔ بلکہ فرضی کاروائیوں کے اس عادی وزیر نے میر محمد یوسف علی خان کے برخلاف وارنٹ جاری کرانے کے واسطے قانونی مواد بہم پہنچانے کی خاطر فرضی کاروائیاں شروع کیں اور اس سلسلے میں اس نے پھر یہی حربہ استعمال کیا کہ اس کے بھائی سردار گل محمد خان سے جبراً یہ لکھوالیا گیا کہ میر محمد یوسف علی خان نے مگسیوں کو ہجرت کرا کر مجھے قتل کرانے کی سازش ہے (سردار غریب ایسے بیانات پر دستخط کرنے سے اگر انکار کرتا ہے تو اس کو طرح طرح سے ناقابل برداشت تکالیف پہنچا کر مجبور کیا جاتا ہے)۔

بہر حال یہ ایک عجیب معمہ ہے کہ جن مگسی مہاجرین کے مطالبات میں سے ایک مطالبہ خاص سردار گل محمد خان کی رہائی پر مشتمل ہے جس میں زور دیا جاتا ہے کہ اس کی سرداری بحال کی جاوے اور اس کی موٹر اس کو واپس دی جاوے جو وزیراعظم نے دبا رکھی ہے۔ تو پھر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا مطلب ہے کہ سردار کا جو بیان وزیراعظم قلمبند کرتا ہے وہ اس کے برعکس یہ ہوتا ہے کہ مگسیوں کی ہجرت میر محمد یوسف علیخان نے اپنی خود غرضی کے واسطے سردار کے برخلاف کرائی ہے۔ اور جس میں اس کو قتل کرنے کی سازش ہے۔

Yousaf Aziz Magsi Chair

اس معمے کو صاحبان بصیرت خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے۔ بادی النظر میں اس کے بغیر اس کا اور کیا مطلب ہوسکتا ہے کہ یہ ایک حیلہ ہے جس سے وزیر اعظم یہ فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے کہ میر محمد یوسف علی خان کی پوزیشن کو اس طرح داغدار بنا کر اس کی سرگرمیوں کو جو وہ ملک وقوم کی بہبودی کے لیے دکھا رہا ہے بیکار بنایا جائے تا کہ پبلک آپ کی ہر قومی سرگرمی کو ذاتی غرض مندی پر محمول کرے۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان عظیم ہے جس سے حضرت رسول کریم ﷺ نے خاص طور پر پناہ مانگی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ میر شمس شاہ اپنے آپ کو اس برگذیدہ رسول ؐ کی اولاد کہلوا کر اس کا بری طرح مرتکب ہو رہا ہے۔ اور میر محمد یوسف علی خان کو مزید نقصان پہنچانے کے لیے جو کاروائی کی جاتی ہے اس میں جائز نا جائز اور خدا ترسی اور عذاب آخرت کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔

بہر حال میر محمد یوسف علی خان نہ تو دربار قلات کے باغی ہیں اور نہ انگریزی حکومت کے۔ بلکہ وہ دونوں حکومتوں کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور اپنے بھائی سردار گل محمد خان کی مخالفت یا بدخواہی کا کوئی خیال یا کوئی ارادہ ان کے دل اور دماغ میں ہیبت نہیں رکھتا۔ وہ اس قسم کے کمینہ خیالات سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ اس لیے برٹش حکام کو ہر ایسی کاروائی میں عدل وانصاف پورے طور پر ملحوظ رکھنا چاہیے۔ جو میر محمد یوسف علی خان کے برخلاف میر شمس شاہ کی طرف سے تجویز ہو۔

طبقۂ زمینداران پر مظالم

میر شمس شاہ کی چیرہ دستی صرف قبائلی آزادی کو پائمال کرنے تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ ظلم واستبداد کے اس خوگر وزیر نے رعایائے ریاست کے ہر ایک طبقہ کو اپنے مظالم کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ چنانچہ ذیل میں ہر ایک طبقہ کی شکایات کو قلمبند کیا جاتا ہے۔

وزیر اعظم نے سب سے زیادہ ظلم وستم کا نشانہ زمیندار طبقہ کو بنا رکھا ہے۔ ریاست کے قدیم شاہی نظامِ حکومت کی رُو سے زمینداران ریاستِ قلات پر صرف چند ایک مخصوص خدمات امدادی طور پر بلا معاوضہ بجالانی ضروری تھیں۔ مثلاً شاہی اصطبل کے جانوروں کے واسطے سرکاری قیمت سے خرید شدہ گھاس وچارہ کو کسی کھیت یا بازار سے احاطۂ اصطبل میں پہنچانے کی خدمت باری باری سے ہر ایک زمیندار کو بلا معاوضہ انجام دینی پڑتی تھی اور وہ بھی بلا کسی جبر واکراہ کے۔ لیکن آج بیسویں صدی میں جس میں کہ بلوچستان کے غلاموں اور کنیزوں تک کو آزادی نصیب ہوگئی ہے، زمینداران ریاست کے کندھوں پر سے اس بلا

Yousaf Aziz Magsi Chair

معاوضہ خدمت کا بوجھ نہیں اُتر سکا۔ بلکہ جب سے انتظامی حکومت کو کلیتاً وزیراعظم نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے، اُس نے اِس امدادی خدمت کو زمینداران ریاست کے ذمہ ایک استبدادی بیگار کی صورت میں تبدیل کردیا ہے۔ چنانچہ اب سڑکوں پر پانی چھڑکنے کا کام بھی بیگاری کے طور پر کسانوں سے کرایا جاتا ہے۔ جب کبھی وزیراعظم یا کسی دوسرے افسر کا دورہ باہر علاقے میں نکلتا ہے تو عمارت اور احاطہ جاتِ سرکاری اور سڑکوں کی صفائی و درستی کا کام بھی بطورِ بیگار کسانوں سے ہی کرایا جاتا ہے۔ یا جب کبھی بڑا انگریز حاکم حدودِ ریاست میں مدعو کیا جاتا تھا تو اس کو خوش کرنے کے واسطے تزئین و آرائش کا جس قدر انتظام کیا جاتا ہے وہ تمام بیگار پر مفت کرایا جاتا ہے۔ اور اس قسم کے بیگار میں طلبائے مدارس کو بھی حصہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ زمینداروں پر تو جو ظلم و ستم ہوتا ہے وہ تو ہوتا ہی ہے لیکن ان کے ساتھ طلبائے سکول کو بھی خوار و خراب کر کے تعلیم سے محروم کرنا ایک ایسا طرزِ عمل ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی۔

جس دن مدعو شدہ انگریز حاکم نے مقررہ مقام پر تشریف لانا ہوتا ہے، اس دن بیس پچیس میل تک سڑکوں پر حفاظتی آدمی بہ لحاظِ خوشامد کھڑے کئے جاتے ہیں جو تمام بیگاری ہوتے ہیں۔ ان غریبوں کو صبح سے شام تک بھوکا اور پیاسا رکھ کر سڑکوں پر خوار خراب کیا جاتا ہے۔ اکثر سرکاری عمارات کی تعمیر میں اجرتی مزدوروں کے دوش بدوش بیگاری کسانوں کو بھی بھوکا اور پیاسا رہ کر مفت اور بلا معاوضہ کام کرنا پڑتا ہے۔

کچھی کے ضلع میں تو بیگار کی حد ہوگئی ہے۔ اس ضلع کے طول و عرض میں جہاں تک سڑکیں بنی ہیں ان کو شروع میں بھی بیگار پر مفت تعمیر کرایا گیا تھا اور اب یہ ہمیشہ کے لیے عام دستور بنالیا گیا ہے کہ جب بھی ضرورت پڑتی ہے، ان سڑکوں کی درستی اور مرمت ان کسانوں سے جبراً کروائی جاتی ہے جن کے علاقے میں سے یہ سڑک گزرتی ہے۔

غرضیکہ تمام ایسا کام جو اجرت پر کرا کر ملک میں بے روزگاروں کے لیے کام اور روزی

مہیا کرنا چاہئے تھا بیگار پر مفت کرایا جاتا ہے۔ اور سب سے زیادہ ستم یہ ہے کہ اگر بیگاری کے طور پر کام لینے کی ضرورت کاشتِ فصلات کے موقعہ پر آپڑتی ہے تو اس امر سے بالکل لاپرواہی اختیار کی جاتی ہے کہ غریب زمینداروں کو بے گار میں پکڑنے سے ان کے زمینداری کاروباری میں غیر معمولی اور ناقابلِ تلافی ہرج ہوکر ان کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس طرح سے اگر کسی زمیندار کا فصل نابود ہو جاتا ہے تو مالیہ میں بھی کوئی تخفیف نہیں کی جاتی۔ بلکہ آمدنی سے زیادہ محصول مالیہ بدنصیب زمینداروں کو بھرنا پڑتا ہے اور جس کی وصولی کے لیے شدت سے سختی کی جاتی ہے۔

یہ تو صرف بیگار کے مظالم کا بیان تھا۔ اس کے علاوہ بعض دیگر مظالم کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:۔

1- تمام ایسے کاریزات (زمین دوز چاہات کے ذریعے آبپاشی اراضیات کے لیے پانی حاصل کرنے کا نام) پر ابھی تک برابر مالیہ وصول ہوتا ہے جو منہدم ہو چکے ہیں۔ یا اُن کا پانی کم ہوگیا ہے یا اُن سے آباد ہونے والی زمینات پر ریت کے پہاڑ آگئے ہیں۔ حالانکہ بالکل بند ہو چکے ہوئے کاریزات پر مالیہ بالکل وصول نہ ہونا چاہیے تھا اور باقی صورتوں میں شرح مالیہ میں کمی ہونی چاہیے تھی۔

2- مقدمات آب و اراضی میں کورٹ فیس وصول ہونے کے باوجود متنازعہ پیداوار کو میانجی خانہ میں رکھنے کے واسطے تین روپے فیصدی مزید معاوضہ لیا جاتا ہے حالانکہ اس قسم کے اجناس کو سرکاری تحویل میں رکھا بھی نہیں جاتا بلکہ دو کاندار لوگوں کے پاس امانتاً رکھوایا جاتا ہے۔ اور انکو بھی کوئی معاوضہ نہیں ملتا۔ حیرانی ہے کہ پھر اس قسم کی فیس کا عائد ہونا کس وجہ سے ہے جو شاہی نظام حکومت میں پہلے بالکل نہ تھا۔ بالکل اب چند سالوں سے وزیراعظم صاحب نے یہ ایک نئی مہربانی فرمائی ہے۔ لیکن چونکہ اس کا تعلق اب اراضی کے مقدمات سے ہے اس لیے اس کا بوجھ زمینداروں کے ہی مظلوم طبقے پر پڑتا ہے۔

Yousaf Aziz Magsi Chair

3- موسم خزاں میں باغات کی برگ ریزی کے موقع پر پہلے کوئی مالیہ مقرر نہ تھا لیکن پھر وزیراعظم نے برگ ریزی پر بھی نیا محصول لگا کر کسانوں کو زیر بار احسان فرمایا ہے۔

4- اس نے ایستادہ فصلات، آلو، پیاز وغیرہ پر بھی ''محصول جمعداری'' کے نام سے ایک نیا ٹیکس لگادیا ہے جو پہلے کھڑے ہوئے فصل پر بالکل نہ تھا۔ صرف اس پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ اس نئے محصول جمعداری کے حق کو ٹھیکہ پر دینے کے لیے بولی لینی شروع کی جاتی ہے اور بولی لینے کا یہ سلسلہ 4 ر، 5 ر کی ایزادی کے لالچ میں اتنا طول کھینچتا ہے اور فصل ماری جاتی ہے لیکن نیلامی محصول ختم ہونے میں نہیں آتی۔

5- پانچ چھ سال ہوئے کہ کچھی کے بعض علاقہ جات میں نیل وسمہ اور کپاس کے فصلات اعلیٰ پیانہ پر ہوا کرتے تھے جس سے وہاں کے غریب زمینداروں کا معقول گزارہ چلتا تھا۔ لیکن وزیراعظم نے اس پر بھی خاص محصولات لگائے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ رفتہ رفتہ ان کی کاشت بند ہوئی اور پیداوار مفقود ہوگئی۔

6- نادار اور مفلس زمیندار لوگ جن کے کاریزات منہدم اور اراضیات ریگ برد ہو کر ان کو رات کی روٹی میسر نہیں ہے، جن کے بدن پر بالکل دریدہ و بوسیدہ کپڑے ہوتے ہیں جن سے سردی کا بچاؤ تو درکنار ستر پوشی کی ضروریات بھی مفلسانہ حکمت عملی کے باوجود مشکل سے پوری ہوتی ہیں۔ ان فلک زدگان کو ان کی غیر آباد و برباد شدہ آب و اراضی کے مالیہ کے واسطے سخت بری طرح سے مظالم کا تختہ مشق بنایا جاتا ہے۔ چونکہ ان بدنصیبوں کے پاس پیسہ تو ہوتا ہی نہیں پھر یہ مالیہ کہاں سے ادا کریں۔ اس لیے ایسے مظلوموں کو سینکڑوں کی تعداد میں پکڑ کر زیر نگرانی بٹھلا دیا جاتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی محنت مزدوری کے واسطے کہیں باہر انگریزی علاقے میں چلا جاتا ہے تو وزیراعظم نے کارندوں کو حکم دے رکھا ہے کہ ان کے مزار عین اور قریبی رشتہ داروں کو زیر حراست کرکے روپیہ وصول کیا جائے۔ یہ طریقہ صرف وصولی مالیہ کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ فوجداری مقدمات کا جرمانہ وصول کرنے میں بھی یہی طریقہ

اختیار کیا جاتا ہے حالانکہ جرمانہ یا مالیہ کا روپیہ جس کے ذمہ ہوتا ہے صرف اس کی اپنی ذات اس کے واسطے ذمہ دار ہوتی ہے نہ کہ عزیز و اقارب اور مزارعین۔ الغرض جب ان مظلوموں کو سرکاری حراست میں لیا جاتا ہے تو ان کو کوئی وہاں سرکاری خوراک نہیں دی جاتی اور افلاس کی وجہ سے وہ بیکار رہ کر اپنے پلے سے بھی نہیں کھا سکتے۔ یہ خدا کی شانِ رزاقیت ہے کہ کوئی شخص کچھ ترس کھا کر ان کو کچھ فی سبیل اللہ دے دیتا ہے یا ان کے اوپر پہرہ دار جو سپاہی ہوتے ہیں وہ ان کو بچی کچھی روٹیاں دے دیتے ہیں جن سے یہ شکم پری کرتے ہیں۔ ہاں البتہ وزیراعظم صاحب کی طرف سے ان کی صرف یہ خاطر تواضع کی جاتی ہے کہ جہاں کہیں ضرورت پڑی بے چاروں کو بیگاری کام پر لگا دیا۔ یا پھر یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی منشی صاحب کو گھر میں پانی بھروانے لکڑی چرانے وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہے تو ان مظلوموں کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں پھر بعض خدا ترس گھر کی بچی کچھی روٹیاں دے دیتے ہیں، ان پر یہ غریب بسر اوقات کرتے ہیں۔

اس قسم کے مفلوک الحال زمینداروں پر مالیہ کا معاف ہونا یا اس میں کچھ کمی تو رہی ایک طرف اتنی رعایت بھی نہیں ہوتی کہ ان کو کچھ مہلت ہی دی جاوے تاکہ یہ ستم رسیدہ کوئی محنت مزدوری کرکے مالیہ ادا کریں بلکہ اس کے برعکس ظلم یہ ہوتا ہے کہ جس بدنصیب کے گھر میں کوئی منقولہ سامان ہوتا ہے اس کو نیلام کرا کر اس خانماں برباد کو معاشرتی و تمدنی اسباب زندگی سے بھی محروم کردیا جاتا ہے۔

آج کل نیابت مستنگ میں ملاں محبت اللہ نامی ایک ایسا زمیندار فاقہ کشی کی حالت میں نظر بند بٹھایا گیا ہے جس کا ذمگی روپیہ اس سے وصول نہیں ہوسکا۔ اس لیے نیابت نے یہ تجویز کی کہ اس کے ضامن کی جائیداد کو جو اس رقم کی ادائیگی کا ذمہ دار ہوا تھا۔ نیلام کرکے مالیہ حساب پورا کیا جائے۔ 9۔10 ماہ ہوئے کہ یہ تجویز صرف کاغذی صورتوں میں ہے۔ اور وزیراعظم صاحب نے ابھی تک اس پر قطعی تجویز کا حکم صادر نہیں کیا۔ اور ملا محبت

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

اللہ بیچارہ گذشتہ جنوری 1931 سے بیماری اور فاقہ کشی کی حالت میں زیر نگران ریاست چلا آتا ہے جس کی حالت سخت قابل رحم ہے۔

رعایا پر ظلم ڈھانے میں وزیراعظم جتنا بھی سرگرم واقع ہوا ہے اس کے برعکس وہ اپنے نائبوں پر کنٹرول رکھنے میں اتنا ہی سست ثابت ہوا ہے ۔ راشی ، بددیانت اور بدمزاج نائبوں کی فرعون دماغی اور لاپرواہی نے اس حد تک اندھیر مچا رکھا ہے کہ زمینداروں کے فصلات کٹ چکنے کے بعد صاف ہو کر بھی 7-6 ماہ تک بٹائی ہونے نہیں آتے ۔ اکثر اوقات غفلت شعار نائبوں کی غفلت کی بدولت برسات کا موسم سر پر آ پہنچتا ہے اور پھر بھی بٹائی نہیں ہوتی ۔ اور غلہ باہر پڑا رہتا ہے جو بارش سے بھیگ کر اور سیلاب میں بہہ کر ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ہوتا ہے کہ نئی کاشت کا وقت سر پر آ پہنچتا ہے لیکن زمینداروں کے پاس بٹائی نہ ہونے کے باعث تخم ریزی کے لیے بھی غلہ نہیں ہوتا ۔ اس لیے غریبوں کو بمصداق ''قہر درویش بر جان درویش'' مجبور اور لاچار ہونا پڑتا ہے کہ مہاجن کو گراں قدر سود دیکر قرض پر تخم لیکر کام چلانا پڑتا ہے ۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ تمام ریاست کی اقتصادی حالت بالکل تباہی کے قریب ناگفتہ بہ حالت میں ہے ۔ سرداروں اور ملازمت پیشہ لوگوں کے علاوہ کسی کو اطمینان کا ٹکڑا تک نصیب نہیں ہوتا ۔ خدانخواستہ اگر دس سال تک صورت حال کی یہی رفتار رہی تو رعایا تباہ و برباد ہو جاویگی اور اس کا اثر ریاست کی حکومت پر جو کچھ پڑے گا وہ ظاہر ہی ہے ۔ عیاں راچہ بیاں ۔

ایسی حالت رونما ہونے پر ہر ایک حکومت کا فرض ہوتا ہے کہ ہر ایک ممکن طریق سے اپنی رعایا کی حالت کو درست کرنے کی کوشش کرے ۔ بیروزگاروں کے لیے روزگار مہیا کرے ۔ زمینداروں کے طبقہ سے ہمدردانہ رعایت کرکے اُن کے بار کو ہلکا کرے ۔ تاکہ ملک کی اقتصادی حالت خوشگوار صورت اختیار کرے جو رعایا اور حکومت دونوں کے لیے یکساں طور پر بلکہ حکومت کے لیے زیادہ مفید ہوتا ہے ۔ رعایا کی تباہی سے حکومت کی تباہی اور رعایا

کی خوشحالی سے حکومت کی خوشحالی وابستہ ہوتی ہے ۔ خاص کر وزیراعظم پر یہ فرض تھا کہ وہ غیر آباد ریگ بردہ اراضیات اور منہدم و کمزور شدہ کاریزات کو از سر نو آباد کرنے کے واسطے متعلقہ زمینداروں کو مالی مدد دیکر ان کو تباہی سے بچا لیا جاتا ۔ لیکن افسوس ہے کہ میر شمس شاہ ان باتوں سے بالکل بے پرواہ ہے ۔ اس قسم کی مہربانی تو رہی اک طرف اس نے زمینداروں کو تباہ کرنے کا ایک اور طریقہ ایجاد کیا ہے ۔ کہ ان کی پیداوار از قسم آلو ۔ پیاز ۔ اجبلس ہر قسم کھار اور اس کے علاوہ گھی پشم وغیرہ ہر ایک ایسی چیز پر باہر جانے کی سخت پابندی کر رکھی ہے جو اگر اس پابندی سے مستثنیٰ رکھی جاتیں تو ان کے برآمد سے رعایا کو بھی فائدہ ہوتا اور ریاست قلات کے محصول سُنگ یعنی (چنگیوں) میں کافی اضافہ ہوتا ۔ لیکن چونکہ وزیراعظم کو یہ خطرہ دامنگیر ہے کہ تجارت کے اس طریق پر عام ہونے سے باہر کے لوگوں کو ریاست کے علاقے میں خواہ مخواہ داخل ہونے کا ایک بہانہ مل جائے گا جس سے ان کے انسانیت سوز مظالم کا راز فاش ہو جائے گا ۔ اس لیے اُس نے تجارت پر یہ پابندی عائد کر رکھی ہے ۔

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

حقوقِ ملازمت میں رعایا کُشی

ملازمتوں کے سلسلے میں ملکی تعلیمیافتہ لوگوں کو کوئی موقع نہیں دیا جاتا۔ کیونکہ میر شمس شاہ اس طبقہ سے خوفزدہ ہے کہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے دفاتر میں آ کر یہ لوگ اس کی قابل اعتراض کاروائیوں کو معلوم کر کے اس کو دنیا کے سامنے بے نقاب کریں گے۔ اس لیے دفاتر میں اکثر غیر ملکی لوگوں کو ملازمتوں میں لیا جاتا ہے۔ اور سارا دفتری اقتدار غیر ملکی عنصر کے قبضہ میں ہے تمام ریاست کے اندر پچاس کے قریب ملکی تعلیم یافتہ آدمیوں کو دفتری ملازمتوں میں لیا گیا ہے وہ بھی وزیراعظم کی مہربانی سے نہیں بلکہ غیر ملکی صاحبان کی مہربانی اور ہمدردانہ وسیلہ اور بعض جگہ خوشامدانہ وسیلہ سے بھرتی ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی اعلیٰ درجہ کا ملازم نہیں ہے۔ بلکہ سب کو ادنیٰ درجہ کی محرریوں پر لگایا گیا ہے۔ حالانکہ ان میں سے بعض لوگوں کے اسلاف خاندانی حیثیت سے بڑے معزز اور شریف تھے اور جن کو دربار قلات میں عزت

کی قدردان نگاہوں سے دیکھا جاتا تھا۔ آج انہی معزز اور شریف اسلاف کے پس ماندگان پچیس پچیس یا تیس تیس روپے کی معمولی محرری اور مدرسی پر خوار و خراب اور ذلیل زندگی بسر کر رہے ہیں یا انگریزی علاقہ کی پولیس میں سپاہی بھرتی ہونے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ مثلاً مشتے نمونہ از خروارے۔ یہ کہ میر سید شاہ مرحوم دربار قلات کے ایک باوقار اور معزز درباری وکیل (معتمد اعلیٰ) تھا۔ درباری وکیل کا درجہ اعزاز اس ریاست میں وزیر کے بعد ہوتا ہے۔ آج اس اعلیٰ درجہ کے مرحوم رکن حکومت کا لڑکا میر احمد شاہ جو اعلیٰ درجے کا انگریزی اردو، عربی تعلیم یافتہ ہے اپنے گھر سے پانسو میل دور پچیس روپے ماہوار پر سکول ماسٹری کی زندگی ذلت کے ساتھ بسر کر رہا ہے۔ اسی خاندان کا ایک دوسرا انگریزی اردو عربی فارسی خواندہ معزز فرد سید امیر شاہ ایک معمولی عرضی نویس کی ناکام و گمنام زندگی بسر کر رہا ہے۔ جس نے بیسیوں دفعہ اپنی خدمات نائبی کے عہدے پر پیش کیں لیکن وزیراعظم نے دیدہ و دانستہ اس کی مسلمہ خدمات کو درخورِ اعتنا نہ سمجھا۔ اس پر اس شخص نے ہز ایکسلنسی وائسرائے کی توجہ عالی کو مبذول کرانے کی کوشش کی لیکن اب تک اس کو حقوق نہیں ملے۔ دنیا کی بڑی بڑی سلطنتوں کو چھوڑ کر ہندوستان ہی میں جو ہماری ہمعصر اور ہم پایہ ریاستیں ہیں ان میں سے بھی ہر ایک میں ریاستی باشندگان کو غیر ریاستی امیدواروں پر فوقیت کا قدرتی اور قانونی حق حاصل ہے لیکن افسوس ہے کہ میر شمس شاہ نے اپنی بیجا کاروائیوں پر پردہ ڈالنے کی خودغرض پالیسی کے پیش نظر اس ریاست میں ملکی لوگوں کو کوئی ایسے حقوق نہیں دیئے۔ کس قدر حسرت کا مقام ہے کہ ملکی تعلیم یافتہ نوجوان تو بے روزگاری کی دربدر خاک بسر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور غیر ملکی لوگ دھڑا دھڑ بھرتی ہو رہے ہیں۔

تمام ریاست میں تین آدمیوں کے علاوہ (میر مولا بخش خان، میر عباس خان اور میر رحیم بخش) جن کو ایک انگریز پولیٹیکل ایجنٹ کرنل سر آرمن ڈیو نے خاص سفارش کے ذریعہ نائب مقرر کرایا تھا۔ اور کسی ریاستی آدمی کو نیابت ہائے ماتحت میں یا کسی دوسرے محکمے

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

میں افسری کا عہدہ نہیں دیا گیا حالانکہ ریاست میں بیسیوں ایسے تعلیم یافتہ افراد خدا کے فضل سے موجود ہیں۔ جو خاندانی شرافت کے علاوہ شخصی قابلیت بھی رکھتے ہیں۔ وہ یا تو گھروں میں بیکار زندگی بسر کررہے ہیں یا ریاست کے کسی گوشہ میں پچیس تیس روپیہ ماہوار پر محرر ہیں۔ حالانکہ خدا کی مہربانی اور فضل کے شامل حال ہونے کے بھروسے پر دعویٰ سے کہا جاسکتا ہے ان میں سے بعض معمولی افسری تو بجائے خود، وزارت عظمیٰ کے فرائض بھی میر شمس شاہ کے مقابلے میں اعلیٰ پیمانے پر انجام دینے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ وزیراعظم کی حق تلف پالیسی کا نتیجہ یہ ہورہا ہے کہ تعلیم یافتہ طبقہ ان سے سخت بددل اور مایوس ہے۔ اس طبقے کے جذبات کو زیادہ برانگیختگی اس سے ہوتی ہے کہ جب اس طبقے کا کوئی ممبر برٹش بلوچستان میں ملازمت کی خواہش کرتا ہے تو وہاں سے اُس کو یہ جواب ملتا ہے کہ "اپنی ریاست میں ملازمت اختیار کرلو۔ برٹش بلوچستان کی ملازمتیں اپنے علاقہ کے دیسی باشندگان کے واسطے مخصوص ہیں ان پر باہر کے کسی آدمی کو ترجیح نہیں دی جاسکتی"۔

واقعی یہ کتنا مایوس کن امر ہے کہ برٹش بلوچستان میں جس کو ملک کا غلام حصہ کہا جاتا ہے وہاں کے باشندگان کے تمام حقوق محفوظ ہیں۔ اور ان کو ملازمتوں کے پورے حقوق سے فائدہ اٹھانے کا عام موقع دیا جاتا ہے چنانچہ وہاں کے لوگ (جو خاندانی اور قومی حیثیت اور نیز شخصی قابلیت کے اعتبار سے کسی صورت میں بھی ہم سے زیادہ نہیں ہیں بلکہ ہم اور وہ ایک ہی قومی حیثیت رکھتے ہیں) ترقی پاتے پاتے فسٹ کلاس ای اے سی کے درجہ تک پہنچ گئے ہیں۔ اس کے برعکس ہماری ریاست ہے جس کو ایک حد تک آزادی اور خودمختاری بھی حاصل ہے، ہمارے حقوق اس بری طرح سے پامال ہورہے ہیں کہ افسری تو رہی درکنار ہم کو محرری بھی آسانی سے نہیں مل سکتی۔ اس تلخ احساس کے ساتھ یہ طبقہ سخت مایوس ہے اور یہ وزیراعظم صاحب کا کوئی معقول رویہ نہیں ہے۔ انہوں نے ملک کے تعلیم یافتہ یعنی بیدار طبقہ کو مایوس رکھا ہوا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی یہ بیدار طبقہ اپنے ان برانگیختہ جذبات کے ماتحت اگر اور کچھ نہ

کرسکے تو اتنا تو بہت آسانی سے کرسکتا ہے کہ ملک کے اندر وزیراعظم کے پرسنلی پوزیشن کے برخلاف ایک پُرامن اور شائستہ پروپیگنڈا قانون کے اندر رہ کر کرے جس سے وزیراعظم کو شخصی پریشانی سے دوچار ہونا پڑے جو رفتہ رفتہ وزیراعظم کی ذاتی شکست کی صورت اختیار کرسکتی ہے۔ اور یہ خدائے جبار وقہار کے واسطے کوئی بھاری کام نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک قدرت کا مسلمہ اصول ہے کہ فیل کو ہلاک کرنے کا کام پشے سے لیا جاتا ہے۔

Yousaf Aziz Magsi Chair

نظامِ عدالت میں ابتری

عدالتوں میں سب سے زیادہ خرابی پھیلی ہوئی ہے۔رشوت ستانی کا دور دورہ ہے۔ معمولی معمولی محرر بھی جب تک روپیہ آٹھ آنہ غریب اہلِ مقدمات سے نہیں لیتے ان سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے ۔صاف طور پر تو یہ حضرات رشوت مانگتے ہوئے شرماتے ہیں ۔اس واسطے یہ طریقہ ایجاد کیا ہوا ہے کہ سائلوں کے ساتھ سخت کلامی اور فحش گوئی سے حتیٰ کہ ماں بہن اور بیوی کی گالیاں دیکر پیش آتے ہیں اور اس طرح سے سائلوں کو مجبور ہونا پڑتا ہے کہ جناب منشی صاحب کو روپیہ آٹھ آنہ چائے بورہ کے واسطے دیکر اپنا کام نکال لیویں۔

خود وزیراعظم کی پیشی میں جو چپراسی ہے وہ فی درخواست اور فی ملاقاتی ایک روپیہ سے تو کم بالکل لیتا نہیں۔ بلکہ زیادہ ہی لے لیتا ہے۔روزانہ آٹھ دس درخواستیں اور آٹھ دس ملاقاتی وزیراعظم کے پاس پیش ہونے کے واسطے آتے ہیں۔مختصر یہ کہ ایک معمولی چپراسی بھی

روزانہ دس پندرہ روپے نا جائز طور پر حاصل کر لیتا ہے، جو وزیراعظم کے دفتر کے کمرہ کے عین سامنے دس قدم کے فاصلے پر ہر روز صبح وشام یہ بازار گرم کرتا ہے۔جس کا تماشا اکثر اوقات وزیراعظم صاحب بذاتِ خود اندر سے براستہ کھڑکی کرتے ہیں۔لیکن چونکہ چپراسی کی خود غرضانہ پرورش مطلوب ہے تاکہ اس کی زبان بندی ہو اور وہ وزیراعظم کی باتیں باہر نہ بتلایا کرے اس کے علاوہ رعایا سے بھی ہمدردی نہ ہوئی ۔مجال ہے کہ کبھی اس لٹیرے چپراسی کو سرسری طور پر کوئی چشم نمائی بھی کی گئی ہو۔

معمولی معمولی مقدمات میں جو زیادہ سے زیادہ ایک ماہ کے اندر فیصلہ پا سکتے ہیں، وہ ابتدائی دریافت میں ہی سالہا سال تک معلق رکھے جاتے ہیں۔دریافت مکمل ہو چکنے کے بعد چھ سات ماہ ان مقدمات کو عدالتی جرگہ میں پیش ہونے کے واسطے یونہی پڑے پڑے گذر جاتے ہیں۔ جب جرگے کا فیصلہ حاصل ہو چکتا ہے تو منظوری فیصلہ کے واسطے ہر ایک مسل وزیراعظم کے پاس جاتی ہے۔خواہ مقدمے کی نوعیت اور مالیت کس قدر ہی خفیف مثلاً ایک مرغے کی سرقت ہی کیوں نہ ہو۔کیونکہ وزیراعظم نے دستور مقرر کر رکھا ہے کہ مقدمہ کی ایک ایک مسل اور دوسرے شعبہ جات کا ایک ایک امر وزیراعظم کے پیش کر کے ان کی اپنی منظوری حاصل کی جاوے۔اس طرح سے اس 70 سالہ بوڑھے وزیراعظم نے جس کا اب تمام بدن رعشہ کی بیماری سے بید کی طرح کانپتا ہے اپنے آپ کو یکسر وہزار سودا بنا رکھا ہے۔جس کا لازمی نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ وہ کسی طرف بھی کامل غور کے ساتھ توجہ نہیں دے سکتا۔شخصی مطلق العنانی کے اس خوگر شخص نے اس قدر کہن سال ہونے کے باوجود اپنی طبیعت میں اتنی رواداری پیدا نہیں کی کہ اپنے ہی بوجھ کو ہلکا کرنے کی خاطر وہ اپنے کام کا کچھ حصہ اپنے کسی مددگار حاکم کو تفویض کرے۔حالانکہ خان بہادر ارباب میر کرم خان صاحب نائب وزیراعظم جیسی ایک اعلیٰ قابلیت کی ہستی ریاست قلات میں موجود ہے اور جس کی ذاتی شرافت اور ہر دلعزیزی اور خاندانی حیثیت ہر طرح سے مسلم ہے لیکن وزیراعظم کی ناقدر شناسی نے اسے

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

عضو معطل بنا رکھا ہے۔

بہر حال تمام وہ امثلہ مقدمات جو منظوری فیصلہ کے واسطے اس کے پاس جاتی ہیں سات آٹھ ماہ تک نہ تو ان کو دیکھنے کی فرصت پا سکتا ہے اور نہ ہی رعشہ کی بیماری نے اسے اس قابل رکھا ہے وہ ان پر دستخط کر سکے۔

غرضیکہ اہل مقدمات دعویٰ دائر کرنے کے بعد دو تین سال دفتروں کی خاک چھان کر اور منشیوں کی منت خوشامد کر کے تھک جاتے ہیں۔ لیکن ان کی دادرسی بروقت نہیں ہوتی اگر بعد از وقت دادرسی کا فیصلہ بھی ہوتا ہے تو اس پر عملدرآمد کرانے کا بہترین نظام بھی وزیراعظم نے قائم نہیں کیا۔ اس پہلو سے بھی رعایا نالاں ہے۔

روئے زمین پر کوئی خطہ ایسا نہیں ہوگا جہاں اخلاقی مجرموں یعنی چور اور دیگر بدمعاشوں کو قید کی با مشقت اور عبرتناک سزا نہ دی جاتی ہو۔ اس ریاست کا بھی اصل شاہی دستور پہلے یہی تھا۔ کچھ عرصہ میر شمس شاہ بھی اسی دستور پر عدالتی جرگوں کا نظام چلاتے رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ اس طرح سے سزائے قید عام ہو کر جیل خانوں میں قیدیوں کی تعداد بڑھ جانے کا اندیشہ ہے۔ جن کے ساتھ ان کی خوراک اور حفاظت وغیرہ کا خرچ بڑھنا بھی لازمی ہے تو یہ احساس انہیں بہت ناگوار گزرا۔ کیونکہ اس طرح سے خزانہ میں ان کی فضول خرچیوں کے واسطے میدان کا تنگ ہونا ضروری تھا۔ اس لیے انہوں نے نہ صرف ریاست کے شاہی نظام کے برخلاف بلکہ تمام دنیا سے نرالی پالیسی اختیار کر لی کہ عدالتی جرگوں کو سمجھا کر آئندہ کے واسطے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ کسی اخلاقی مجرم کو قید کی سزا نہ دی جاوے۔ بلکہ صرف نقد جرمانہ کی سزا دی جایا کرے یعنی لوگوں کے اخلاق اور جرائم عام ہو جانے کی کوئی پرواہ نہیں مطلب صرف خزانہ پُر کرنے سے ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ جرائم بڑھ گئے ہیں۔ کسی کو سنگین سزا کا خطرہ نہیں رہا۔ وزیراعظم کی اس پالیسی سے سیاست کا بدمعاش طبقہ خوش ہے اور یہی ایک طبقہ ہے جو وزیراعظم سے ناراض نہیں ہے، بلکہ تعریف کرتا

ہے کیونکہ اس گروہ پر ایک عظیم الشان احسان ہے کہ اگر آج ایک چور کو پچاس روپے جرمانہ کی سزا ہوتی ہے تو وہ دوسرے دن دوسری جگہ سے چوری کر کے جرمانہ ادا کر دیتا ہے۔ یہ کوئی ضروری بات نہیں ہے کہ ہر ایک موقعہ پر چور کو گرفتار ہی ہونا پڑے۔ کیونکہ اس پہلو سے بھی وزیراعظم کا انتظام ناقص ہے۔ محکمہ پولیس جس کو ریاست میں عملۂ لیویز کہا جاتا ہے بالکل غیر تربیت یافتہ اور اپنی ذمہ داریوں سے نابلد ہے۔

بچہ بازی اور خلاف وضع فطری کا جرم آج سے 8-10 سال پہلے اتنا سنگین سمجھا جاتا تھا کہ اس کے مرتکب ہونے والے کو تین سال قید سخت اور دوصد روپیہ جرمانہ کی سزا ملتی تھی۔ تین سالوں کی قید کا اثر یہ ہوا تھا کہ یہ قبیح اور اخلاق سوز جرم 8-10 سالوں سے مفقود تھا۔ دو سال ہوئے بدمعاشوں کے ایک گروہ نے پھر اس کا ارتکاب شروع کیا جس پر وزیراعظم کی جدید پالیسی کی پیروی میں عدالتی جرگہ نے مجرموں کو معمولی جرمانہ کی سزا دی۔ جب اس بدمعاش گروہ نے یہ ذہن نشین کر لیا کہ اب قید کی سزا اڑ گئی ہے تو انہوں نے اس جرم کا عام ارتکاب شروع کر دیا۔ اور اس گروہ نے اتنا بے خوف ہو کر اس شغل کو اختیار کر لیا کہ گذشتہ دو ماہ کے عرصہ میں بالزام بچہ بازی ایک سو کے قریب بدمعاش گرفتار ہوئے مگر پھر بھی اس مرض کے عام ہونے کو کوئی اہمیت نہ دی گئی۔ بدمعاشوں کو صرف جرمانہ کی سزا دینے پر اکتفا کیا گیا اور قید کی کوئی ایسی سزا نہ دی گئی جس سے بدمعاشوں کو عبرت ہوتی اور آئندہ اس مرض کا سدِ باب ہو جاتا۔

گذشتہ موسمِ گرما کے آغاز میں قبیلہ گروہ کے سردار خان بہادر سردار میان خان کے بیٹوں کے درمیان تقسیم جائیداد کے مسئلہ پر سخت خانگی عداوت رونما ہو گئی تھی اور اس سردار کے بیٹے دو پارٹیوں میں تقسیم ہو کر ایک دوسرے کے برخلاف سرگرم عمل ہو گئے تھے۔ چونکہ ایک پارٹی کا سردار پر زیادہ اثر ہے کچھ تو اس پارٹی کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اور کچھ فتنہ انگیز افراد کے برانگیختہ کرنے سے سردار نے دوسری پارٹی کے اپنے دو سرگرم نوجوان بیٹوں میر محمد

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

حسین و میر محمد حسن پر نقد و زیورات چرانے کا فرضی الزام لگا کر ان کو قید کرانے کا مطالبہ کیا۔ معاملہ جب برٹش پولیٹیکل ایجنٹ کے سامنے پیش ہوا جو برٹش ایجنسی کے علاوہ ایک معقول الاؤنس کے معاوضے میں ریاست کی طرف سے سرداری تعلقات کے پولیٹیکل مقدمات کی سماعت بھی کرتے ہیں تو ان کے سامنے سردار گُرد اپنے ان دو لڑکوں کے برخلاف کوئی قانونی یا رواجی ثبوت پیش نہ کرسکا۔ اس پر پی۔ اے نے مقدمہ کی مثل مزید کاروائی کے واسطے وزیراعظم کے سپرد کردی۔ چونکہ اس سردار نے اپنی عمر میں کبھی بھی وزیراعظم کی مخالفت کا خیال تک نہیں کیا اس لیے میر شمس شاہ کو بھی اس کی خاطر داری کا خیال رہتا ہے۔ چنانچہ اس نے اس معاملے میں بھی اسی جذبۂ خاطر داری کے ماتحت اس کے الزام کہنے پر اس کے بیگناہ اور مظلوم لڑکوں کو فرضی الزام سرقت میں بلا کسی تفتیشی کاروائی کے اور بلا کسی چشم دید ثبوت کے جیل خانہ میں ڈال کر پابجولان کرادیا۔ جہاں وہ چند ماہ تو بغیر کسی تفتیش کے پڑے رہے پھر ان کو عدالتی جرگہ کے پیش کیا گیا۔ جرگہ میں بھی سردار گُرد کسی قسم کی چشم دید شہادت یا اور قسم کا کوئی ثبوت پیش کرنے سے قاصر رہا کیونکہ جب معاملہ ہی فرضی تھا تو اس کے لیے فرضی گواہوں کا بہم پہنچانا بھی سردار کے لیے ضروری تھا۔ لیکن مظلوم لڑکوں پر ترس کھا کر کوئی شخص اپنا ایمان ضائع کرنے پر آمادہ ہو کر سردار کا گواہ نہ بنا۔ ایسی صورتِ حال کے ہوتے ہوئے جرگہ عدالت کا خیال تھا کہ وہ سردار کے مقدمے کو خارج کردے۔ لیکن چونکہ سردار کے وزیراعظم کے ساتھ مخصوص تعلقات ہیں اس لیے جرگہ کو اخراج مقدمہ کی جرأت نہ ہوسکی۔ اس طرح سے جرگہ نے یہ فیصلہ دیکر کہ سردار گرد کا یہ کہنا ہی کافی شہادت ہے کہ اس کے لڑکوں نے چوری کی ہے اس لیے ہر ایک لڑکے کو سات سات سال قید کی سخت سزا دی جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی شرط لگادی کہ اگر بعد میں سردار اپنے لڑکوں کو معاف دیدے تو حکومت بھی انہیں قید سے رہا کردے گی۔ وزیراعظم نے اس فیصلے پر عدم ثبوت و شہادت کا کوئی اعتراض نہ کیا اور ان مظلوم لڑکوں کو بدستور جیل خانہ میں پابند زنجیر سلاسل رکھا۔ حالانکہ ان مظلوموں

نے نہ تو کوئی چوری کی ہے اور نہ ان کے برخلاف کوئی ثبوت ہے۔ یہی وجہ تھی کہ ابتدا میں جب یہ مقدمہ برطانوی پولیٹیکل ایجنٹ کے پیش ہوا تھا تو اس نے ازراہِ انصاف کوئی ثبوت نہ پا کر اس میں مزید کاروائی سے اجتناب کرتے ہوئے اس کو وزیراعظم کے سپرد کیا تھا۔ اور اب وزیراعظم غیر ثابت شدہ مقدمہ میں سردار گُرد کے ان مظلوم لڑکوں کو صرف اس واسطے تختۂ مشق بنا رہا ہے کہ مجبور ہو کر جائیداد کے مطالبے سے دستبردار ہو جائیں۔

بہر حال یہ کتنی اندھیر نگری ہے کہ عام رعایا کے گھروں میں چوری کرنے والوں کو تو ثبوت کے باوجود قید کی کوئی سزا نہیں ملتی اور اس کے برعکس جہاں وزیراعظم کی اپنی مرضی اور اپنے مطلب کی بات ہوتی ہے وہاں بغیر کسی ثبوت کے بے گناہ مظلوموں کو قید خانہ میں محبوس کردیا جاتا ہے۔

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

ملک میں تعلیم کا فقدان

ریاست ہذا کے گذشتہ دورِ حکومت میں یعنی انگریزوں سے پہلے دربار قلات کا باقاعدہ دستور تھا کہ ملک کے گوشہ گوشہ میں مساجد کے پیش امام مقرر تھے، جو لوگوں کو مذہب سے آگاہ رکھتے تھے اور بچوں کو نوشت و خواند کی عربی و فارسی تعلیم دیتے تھے۔ ہندو رعایا کے مندروں میں پنڈتوں کے ذریعے یہ خدمت سرانجام کرائی جاتی تھی۔ دربارِ قلات کی طرف سے ان مدرسین مساجد و منادر کو کہیں جنس کی صورت میں اور کہیں نقد کی صورت میں مواجب کے نام سے معاوضہ ملتا تھا۔ اور اس طرح سے حکومت اپنے تعلیمی فرائض سے سبکدوش ہو جایا کرتی تھی۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جس کو بلوچستان کی جہالت و ضلالت کا زمانہ کہا جاتا ہے لیکن آج کل کے روشن اور تابان زمانے میں جب سے وزیر اعظم نے اپنا انتظام شروع کیا ہے تعلیم کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ صرف برائے نام ریاست میں بشمول علاقہ مکران ایک مڈل سکول اور بارہ پرائمری مدارس ہیں۔ یہ احسان بھی وزیر اعظم نے صرف بڑے بڑے

شہروں پر کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں کا تو خدا حافظ ہو۔ تین چار سال ہوئے مرحوم والیِ ریاست نے اپنی فیاضی سے بجٹ کے اندر دو نئے مدارس سُوراب اور زہری میں جاری کرنیکی منظوری صادر فرمائی تھی۔ لیکن وزیر اعظم نے ان مدارس کا اجراء ابھی تک نہیں کیا۔ اور ان کا خرچ بجت میں رکھا ہوا ہے۔

جو مدارس جاری ہیں وہ اول تو ریاست ہذا کے وسیع علاقہ کے واسطے بالکل صفر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ کم از کم اِس ریاست میں پچاس پرائمری، بیس مڈل، چار ہائی سکول اور ایک وسیع پیمانہ پر کالج کم از کم ہونے چاہئیں۔ (پرائمری مدارس ہر ایک بڑے دیہاتی شہر، مڈل سکول ہر ایک نیابت کے صدر مقام، اور چار ہائی اسکول سراوان۔ کچھی، جھالاوان اور مکران کے مرکزی ہیڈ کوارٹروں میں اور کالج ریاست کے دارالخلافہ قلات میں ہونا چاہیے)۔

لیکن افسوس ہے کہ وزیر اعظم صاحب دیدہ و دانستہ اس طرف توجہ نہیں دیتے۔ دوئم یہ کہ اس نے موجودہ مدارس کا جو نظام رکھا ہوا ہے وہ بالکل ناقص صرف برائے نام اور دکھاوے کی خاطر ہے۔ ان مدارس میں وزیر اعظم کی بے توجہی سے بالکل نا تجربہ کار اور نا قابل مدرسین رکھے جاتے ہیں جو بہ استثنائے چند اساتذہ کے باقی ایسے لوگوں پر مشتمل ہوتے ہیں جو پہلے بازاروں میں خطوط نویس تھے۔ اور جن کو عدم قابلیت سے تمام انڈیا میں نوکری نہیں ملی۔ وہ اس ریاست میں آ کر مدرس بنے بیٹھے ہیں۔ جن میں اکثر بد اخلاق اور لفنگے لوگ ہوتے ہیں۔ جن کی شرمناک کارستانیاں اس قابل نہیں ہیں کہ اُن کو عریاں کر کے اس مکتوب کے صفحات کو غیر تہذیب بنایا جاوے۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ اس قسم کے نا قابل اور نالائق اخلاق باختہ لوگوں کو ملک کی آئندہ نسل کے مستقبل کا مالک بنانا کیا نتائج پیدا کرے گا اور ایسے بد اخلاق کے زیر تعلیم رہ کر ملک کی یہ نسل کیا علمی اور اخلاقی ترقی حاصل کر سکتی ہے۔ نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ ان کی

Yousaf Aziz Magsi Chair

عمریں برباد جا رہی ہیں اور نہ صرف ان کا مستقبل ہر پہلو سے تاریک نظر آتا ہے بلکہ ان کے ساتھ ملک کے مستقبل کا بھی خدا ہی حافظ ہے۔ طلباء کی علمی لیاقت کے متعلق صرف اس سے اندازہ لگایا جاوے کہ مستونگ مڈل سکول کے مڈل پاس طلباء کو برٹش بلوچستان کے گورنمنٹ سکولوں میں بمشکل پرائمری کلاسوں میں لیا جاتا ہے۔ اس کی تصدیق کوئٹہ کے ہائی سکول سے ہو سکتی ہے۔

ریاست کی طرف سے وزیراعظم نے اُن طلبائے علم کے واسطے وظیفے کی کوئی ایسی رعایت مقرر نہیں کی جو بیرون ریاست تحصیل علم کے لیے جانا چاہیں۔ اور یہ ایک ایسی خاص اور ضروری رعایت ہے جس کا رواج دنیا کی بڑی سے بڑی سلطنتوں سے لے کر چھوٹی سی چھوٹی ریاستوں تک عام ہے۔ لیکن افسوس ہے ہماری حق تلفی وزیراعظم نے اس پہلو سے بھی کی ہے۔ چنانچہ 1939 میں میر شیر علی خان نامی ایک طالب علم نے کوئٹہ سکول میں داخل ہونے کے واسطے وظیفے کی درخواست برٹش پولیٹیکل ایجنٹ کی خدمت میں دی جو کہ انہوں نے برائے غور وزیراعظم کے پاس منتقل کی۔ لیکن وزیراعظم کی طرف سے آج تک اس کا کوئی جواب نہیں ملا۔

یہ سب کچھ وزیراعظم کی طرف سے دیدہ و دانستہ ہو رہا ہے کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ ملک میں تعلیم عام ہو اور اس کی روشنی میں اس کے اعمال کے پردہ اٹھانیوالے لوگ پیدا ہوں۔

خزانہ کی بربادی

گذشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے کہ وزیراعظم نے نئے محصولات عائد کیے ہیں اور سزائے قید کی بجائے فوجداری مقدمات میں صرف تحصیل جرمانہ کی پالیسی سے خزانہ کو بھر رہا ہے۔ اس کے علاوہ اس نے یہ طریقہ بھی اختیار کیا ہوا ہے کہ دربارِ قلات کے منظور شدہ بجٹ میں سے کم خرچ کر کے کچھ بچت کر لیتا ہے مثلاً بجٹ میں دو مدارس 4 سال سے منظور ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کو جاری نہ کر کے ان کی تمام متعلقہ رقم بچا رہا ہے۔ اور بجٹ میں ملازموں کے لیے جو تنخواہیں مقرر ہیں ان سے لوگوں کو کم دے کر اس صورت میں بھی روپیہ بچت کرتا ہے۔ ممکن ہے کہ بعض لوگ اس کو مالی نقطہ نگاہ کی پالیسی سے ایک مدبرانہ حکمتِ عملی پر معمول کریں اس لیے ضروری ہو گیا ہے کہ تصویر کے دوسرے رخ کو بھی عریاں کیا جائے۔

آمدنی کو زیادہ کرنے اور بجٹ کے منظور شدہ اخراجات کمی کرنے کی پالیسی وزیراعظم صاحب نے کسی سرکاری مفاد کے پیش نظر اختیار نہیں کی۔ بلکہ اس لحاظ سے تو ان کا کارنامہ یہ ہوا ہے کہ مندرجہ بالا نئے طریقہ ہائے جلب زر کے باوجود ریاست کی آمدنی 19 لاکھ سے کم ہو کر 11 لاکھ ہو گئی ہے۔ البتہ وزیراعظم یہ سب کچھ اس واسطے کر رہا

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

ہے کہ جہاں اس کی ہوا وہوس ہو وہاں دل کھول کر اڑانے کے لیے بہت سارو پیہ خزانہ میں جمع ہو جائے۔ اول تو نئے سال کا بجٹ کسی کونسل میں پیش ہی نہیں ہوتا اور نہ ہی گذشتہ سال کے اخراجات پر کوئی پڑتال ہوتی ہے۔ جہاں ایک طرف جاو بیجا ہر طریق سے روپیہ جمع کیا جاتا ہے وہاں حد سے زیادہ فضول خرچی بھی ہوتی ہے۔ بجٹ میں دو مدّات توشہ خانہ اور روضۂ مہمانی تو خاص اس قسم کے ہیں کہ ان میں سے وزیراعظم جہاں بھی چاہے اور جتنا روپیہ بھی چاہے بسر خود صرف کرسکتا ہے جس کے لیے وہ تفصیل بتلانے کی قید سے بالکل آزاد ہے۔ صرف چند سطور بطور سرٹیفکیٹ وزیراعظم کی طرف سے لکھ دینا کافی ہوتا ہے جس میں کوئی تفصیل اور مقصد خرچ درج نہیں ہوتا۔ اس سرٹیفکیٹ کی آڑ میں ہزار ہا روپیہ بلا کسی حساب کتاب کے خزانہ سے برآمد ہو کر واللہ اعلم کس مقصد اور غرض پر خرچ ہوتا ہے۔ ذیل میں اس سرٹیفکیٹ کا ایک تمثیلی نمونہ پیش کیا جاتا ہے:

تصدیق کی جاتی ہے کہ مبلغ۔۔۔۔۔۔روپیہ از مد توشہ خانہ

ہم نے خود تقسیم کیا۔

فقط

تاریخ۔۔۔۔۔ماہ۔۔۔۔۔سنہ

دستخط و مہر وزیراعظم"

جس طرح اخبار ریاست دہلی کو جونا گڈھ کے والیِ ریاست کے برخلاف ہمیشہ یہ شکایت رہتی ہے کہ وہ ریاست کا روپیہ کتوں پر اڑا رہا ہے، اسی طرح ریاست قلات کی غریب اور مفلوک الحال رعایا کے خون جگر سے پیدا کردہ روپیہ غریب ملازمانِ ریاست کو پوری تنخواہ نہ دے کر بیدردی کے ساتھ بچت کیا ہوا روپیہ یہاں کا وزیراعظم اپنے شوق اور ہوا وہوس پر بے دریغ اڑا رہا ہے۔

ہوا وہوس کے اس دلدادہ وزیر نے اپنے شوق کے حسبِ پسند سرکاری خرچ پر گھوڑوں کا ایک بہت بڑا اگلہ مستنگ میں سرکاری خرچ پر رکھا ہوا ہے جس کا پہلے کوئی وجود نہ تھا۔ ان گھوڑوں کو کراچی، لاہور اور دہلی وغیرہ جہاں بھی وزیراعظم کو کوئی پرائیویٹ کام یا سیر کی خواہش ہوتی ہے "ہارس شو" وغیرہ میں شمولیت کے بہانے پر وہاں لے جاتا ہے جس کے ساتھ ایک بڑا عملہ بھی ہوتا ہے۔ عرصہ تک وزیراعظم صاحب اس طرف رہ کر خوب بے دردی سے حسبِ ذیل صورتوں میں ریاست کا سرکاری روپیہ ضائع کرتے ہیں۔

1- گھوڑوں کی آمد و رفت کا ریلوے کرایہ وغیرہ۔

2- وزیراعظم کے زیرِ سفر ریز رو فرسٹ کلاس بوگی کا گراں قدر کرایہ آمد و رفت۔

3- قیام بر مقامات ہارس شو کے معاوضے میں روزانہ تحصیل ہالٹنگ والاؤنس۔

4- عملہ کے آمد و رفت کا سفر خرچ۔

5- چابک سوار وغیرہ کو خاص انعام و اکرام۔

6- اپنے ہمراہ ریاست کا موٹر لے جانا جس کا ریلوے کرایہ آمد و رفت و خرچ پٹرول وغیرہ"

اب غور کرنے کا مقام ہے کہ صرف اپنی ہوا وہوس کی خاطر اور صرف اپنے نام و نمود کو بڑھانے کے لیے مندرجہ بالا صورتوں میں رائگاں خرچ کرنے میں وزیراعظم کس حد تک صحیح معنوں میں دیانتدار کہلائے جاسکتے ہیں۔ اگر کوئی والیِ ریاست ایسا کرتا ہے تو چونکہ وہ ریاست اور خزانے کا ایک قسم کا مالک ہوتا ہے اس لیے اس پر کوئی اتنا بڑا اعتراض بھی عائد نہیں ہوسکتا۔ لیکن ہمارے مرحوم والیِ ریاست کو تو "ہارس شو" وغیرہ میں جانے کا قطعاً کوئی شوق نہ تھا اور پھر ساتھ ہی یہ بات بھی تھی کہ وہ آنکھوں سے معذور ہوگئے ہوئے تھے تو پھر

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

ایسی حالت میں میر شمس شاہ کو ایک وزیر کی حیثیت سے کیا حق حاصل ہے کہ سرکاری روپیہ کو اپنی ہوا و ہوس پر یوں اڑاتا پھرتا ہے۔

اور یہ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ حال ہی میں جبکہ ہمارے ہر دلعزیز فرمانروا اعلحضرت خان میر محمود خان ثانی فوت ہو چکے ابھی دو دن بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ وزیر اعظم نے گھوڑوں کو ہارس شو میں شمولیت کے واسطے لاہور بھجوادیا۔ کیا مرحوم والی ریاست اتنے بھی حقدار نہ سمجھے گئے کہ ان کے ماتمی اعزاز میں ہوا و ہوس اور شادکامی کا یہ بے محل مظاہرہ ملتوی کیا جاتا ؟۔

بہر حال کیا وزیر اعظم صاحب بتلا سکتے ہیں کہ گلہ اسپان کے رکھنے میں اور ہندوستان کے مختلف مواقعات ''ہارس شو'' پر ہزار ہا روپیہ خرچ کرنے سے ریاست، یا رعایا کو کیا فائدہ پہنچا ہے یا آئندہ کیا فائدہ پہنچنے کی امید ہے؟۔ اگر کچھ بھی نہیں' جو یقیناً ایسا ہی ہے تو کیوں ریاست کا روپیہ بے وارث سمجھ کر بے فائدہ اور فضول طور پر اڑایا جاتا ہے جس میں سوائے آپ کی اپنی ہوا و ہوس اور نام و نمود کے نہ تو ریاست کو ایک پائی کا فائدہ پہنچتا ہے اور نہ رعایائے ریاست کو۔ اس کے علاوہ گلہ اسپان کے مستقل خرچ کا یہ عالم ہے کہ بعض گھوڑوں کا ماہوار خرچ نوے سو روپیہ سے زیادہ بیٹھتا ہے حالانکہ اس کے مقابلے میں انسانوں کی قدر شناسی کا یہ عالم ہے کہ قابل سے قابل اہل کار کو بھی نوے یا سو روپیہ ماہوار نہیں دیا جاتا ایک ایک گھوڑا تین ہزار چار ہزار بلکہ بعض تو دس ہزار میں خریدے گئے ہیں۔

اس گلے کی خاطر ایک سو اسی روپے ماہوار کا ایک ویٹرنری سرجن' ساٹھ روپے ماہوار کا ایک سپیشل کلرک اور پچاس روپے ماہوار کا ایک سپیشل جمعدار اور پانچسو روپیہ ماہوار خرچ میں دوسرا عملہ از قسم سائس، چابک سوار وغیرہ مقرر کیا گیا ہے۔ جن میں ایک ایک چابک سوار پچاس پچاس روپیہ ماہوار پاتا ہے جو کہ ریاست کے سینئر اہلکاران کی تنخواہوں سے بھی زیادہ ہے۔

غرضیکہ سات سو روپیہ ماہوار فقط اس گلہ کے عملے کا خرچ ہے حالانکہ اتنا خرچ وزیر اعظم اپنی رعایا کے بچوں کی تعلیم پر خرچ نہیں کرتا۔ پس یہ کس قدر حسرت آمیز امر ہے اور ہم کیوں مایوس نہ ہوں، ہم پر اور ہمارے بچوں پر وزیر اعظم گھوڑوں کو زیادہ ترجیح دیتا ہے۔

آٹھ سال سے وزیر اعظم نے مع اپنے سارے سٹاف کے صدر مقام مستنگ کو خیر باد کہہ دیا ہوا ہے اور مع سٹاف خود کوئٹہ میں مستقل طور پر رہتا ہے۔ ہفتہ میں ایک دفعہ ہر اتوار کو ضرور کوئٹہ سے مستنگ جاتے اور پھر اسی دن واپس کوئٹہ آجاتے ہیں۔ یہ سفر خبر گیری رعایا یا کسی انتظامیہ امر کے متعلق عمل میں نہیں لایا جاتا بلکہ صرف گلہ کے گھوڑوں کی دیکھ بھال کے لیے ہوتا ہے۔

اِس طرح سے بروئے قواعدِ سفر خرچ ایک دفعہ ہیڈ کوارٹر میں رونمائی کرنے کے بعد پھر کوئٹہ جاکر قیام کرنے کی رعایت سے میلانہ سفر خرچ کے علاوہ دس دنوں تک مبلغ بارہ روپیہ روزانہ ہالٹنگ الاؤنس وزیر اعظم صاحب چارج کرتا ہے۔ ہر اتوار کو بلاناغہ آنے جانے سے بارہ روپیہ روزانہ ہالٹنگ الاؤنس کا یہ سلسلہ بالکل ختم ہونے میں نہیں آتا۔ بلکہ مہینے کے پورے تیس دن اکثر جاری رہتا ہے۔ پس اِس طرح سے وزیر اعظم صاحب تقریباً سال کے بارہ ماہ اپنے آپ کو بکار ریاست مسافر دکھلا کر روزانہ ہالٹنگ الاؤنس کی آڑ میں خزانۂ ریاست سے معاوضہ سفر حاصل کرتے ہیں۔ حالانکہ جس مقصد سے یہ سفر ہوتا ہے۔ مفادِ ریاست یا مفادِ رعایا کے پیش نظر اِس کی قیمت ایک پیسہ بھی نہیں۔ دنیا میں ایسی لوٹ اور اندھیر نگری کہیں نہ مچتی ہوگی۔ واقعی میر شمس شاہ صاحب ایک فقید المثل بے نظیر ہستی ہیں۔

الغرض گھوڑوں کی خوراک، نقل و حرکت بموسم سرما و گرما اور ہارس شو وغیرہ عملہ تنخواہ و سفر خرچ وزیر اعظم کے بارہ ماہی ہالٹنگ الاؤنس اور دیگر متفرق اخراجات از قسم خرید ساز و سامان مرمت وغیرہ وغیرہ پر اڑھائی لاکھ روپے کے قریب ہر سال خزانہ ریاست سے بے فائدہ رائیگاں جاتا ہے یعنی تمام مدات سے اس بے فائدہ مد کا خرچ بڑھا ہوا ہے۔

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

اس سے دوسرے درجے پر موٹروں کا اور تیسرے درجے پر تعمیرات کا خرچ ہے جن سے نیز وزیراعظم کی ذاتی ہوا و ہوس پوری ہوتی رہتی ہے۔

وزیراعظم نے یہ اختیار اپنے واسطے محفوظ کرا رکھا ہے کہ اگر والئی ریاست کے منظور فرمودہ بجٹ کی رو سے کسی ایک مد کا منظور شدہ روپیہ سال ختم ہو جانے سے پیشتر ختم ہو جاوے تو وزیراعظم اپنی صوابدید پر باقی جس کسی مد میں گنجائش پاوے اس میں سے حسبِ ضرورت ختم شدہ مد کے واسطے جتنا روپیہ چاہے منتقل کرا سکتا ہے۔

گلہ اسپان، موٹر ٹرانسپورٹ، تعمیرات، توشہ خانہ اور روضہ مہمانی کے مدات کا خرچ منظور شدہ بجٹ سے اکثر بڑھ جایا کرتا ہے۔ اس واسطے وزیراعظم نے کئی مدات ان میں منتقل کرنے کے واسطے بجٹ میں محفوظ کرا رکھے ہیں جن میں سے ایک بدنام مد خرید آب اراضی کا ہے لیکن جب سے آپ وزیراعظم بنے ہیں اس مد سے ایک دو دفعہ کے علاوہ ایک روپیہ بھی اس کے اپنے نام پر یعنی آب اراضی کی خرید پر خرچ نہیں ہوا۔ بلکہ مندرجہ بالا مطلبی مدات میں سے جو بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس بدنام مد سے حسب ضرورت روپیہ منتقل کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ جو بچت ملازمانِ ریاست کے قمۂ دہن کو بجٹ سے کم تنخواہ دینے کی صورتوں وغیرہ میں ہوتی ہے وہ بھی حسبِ ضرورت ان مطلبی مدات کی کفالت کرتی ہے۔ غرضیکہ وزیراعظم ایک طرف سے خزانے کو ظلم کے ساتھ پُر کرتا ہے اور دوسری طرف کمال بیدردی سے ضائع کرتا ہے۔ ریاست کی ترقی رعایا کی سود بہبود اور اس کی اقتصادی مشکلات کو دور کرنے میں امداد کے طور پر یا تعلیم پر کچھ بھی خرچ نہیں کیا جاتا یعنی خزانہ بھی گلہ اسپان کے واسطے وقف ہے اور وزیراعظم کے دفتری اوقات کا بیشتر حصہ بھی گلہ کے متعلق غور و فکر کرنے اور نفاذ احکام کے واسطے وقف ہے۔ رعایا کی دادرسی کی طرف کوئی توجہ نہیں ہے۔ بالفاظِ دیگر میر شمس شاہ وزیراعظم نہیں ہے بلکہ وزیرِ گلہ ہے۔

متفرق

میر شمس شاہ نے بعض کاروائیاں بھی اس قسم کی کی ہیں جن سے ملک کو نقصان پہنچا ہے۔ مثلاً غیر ملکی لوگوں کے داخلہ علاقہ ریاست پر بندش جس سے ریاست کی تجارت اور بیرونی محصولاتِ درآمد کو ایک زبردست نقصان پہنچا ہے۔ اس سے وزیراعظم کی مرضی یہ ہے کہ باہر کے بیدار لوگ ریاست میں داخل ہو کر غیر تعلیم یافتہ رعایائے ریاست کو بیدار نہ کرنے پاویں۔ لیکن چونکہ اس نے اس بندش کا حکم دربار قلات سے نافذ کرایا تھا اس لیے اس کے متعلق ہم کسی قسم کی لب کشائی کو مناسب خیال نہیں کرتے کیونکہ والی ریاست کے احکام پر نکتہ چینی کرنا ہمارے اصول کے منافی ہے۔

اگر اس ایک امر کو چھوڑ دیا جاوے تو میر شمس شاہ کی دوسری بے اعتدالیوں کے پیش نظر یہ صاف ظاہر ہے کہ اس نے ریاستِ قلات کو ایک گنبد بے در بنا کر اس کے اندر خوب اندھیر نگری مچا رکھی ہے۔ رعایا کی جہالت، سرداروں کی خوفزدگی اور انگریزی حکام کی عدم مداخلت نے اُسے جادۂ اعتدال سے اس حد تک برگشتہ کر رکھا ہے کہ وہ خدا کی طرف سے بھی بے خبر ہے۔ اس لیے اس حقیقت کے اظہار میں ہم کو کوئی پس و پیش نہیں کہ میر شمس شاہ اب اس قابل نہیں رہے کہ ریاست قلات کا نظام حکومت بدستور اُن کے قبضہ میں رہے۔ اس لیے ذیل میں ہم اپنے ملک کے آئندہ نظامِ حکومت کا اجمالی خاکہ گورنمنٹ آف انڈیا کی خدمت میں ادب کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

ریاست قلات کے آئندہ نظام حکومت کا صحیح

ترین اجمالی خاکہ

ہمارے ہر دلعزیز فرمانروا اعلحضرت خان میر محمود خان ثانی کی فوتیدگی کے بعد آج کل تختِ قلات کے واسطے جانشین منتخب کرنے کا مسئلہ درپیش ہے۔

واضح رہے کہ قدیمی رواج ملک کی رو سے یہ عام جمہوری رعایا کا مسلمہ حق ہے کہ اپنا فرمانروا خود منتخب کرے لیکن میر شمس شاہ نے رعایا کے اس اہم ترین حق کو بھی پائمال کرنا شروع کیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ انتخاب جانشین تخت قلات کا مسئلہ عام رعایا کی آزاد رائے سے نہ ہو۔ اس لیے وہ شب و روز اس کوشش میں ہے کہ وہ اس مسئلے کو اپنے مفادِ ذاتی کے پیش نظر حل کرالیوے اور نوبت رعایا کے انتخاب تک نہ پہنچے۔ اس میں اس کا یہ فائدہ مضمر ہے کہ وہ اپنے حلقۂ اثر کے اندر ہاتھ پیر مار کر ایک ایسا جانشین تختِ قلات کے واسطے منتخب کرالیوے جو آئندہ میر شمس شاہ کی وزارت کو برقرار رکھنے میں حائل نہ ہو سکے۔ کیونکہ یہ حقیقت کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ وہ اس وزارت پر تا زیست قبضہ رکھنا چاہتا ہے جس میں اگر وہ کامیاب ہوگیا تو ملک کے اندر اس کا ظلم و استبداد بدستور کارفرما رہے گا۔ جس سے ریاست میں زیادہ بدنظمی پھیلنے کا اندیشہ ہے۔

چونکہ انتخابِ جانشین تخت قلات، دستور ملک کے رو سے جمہور عام کا مسلم رواج ہے اور ہم اپنے اس حق سے دستبردار نہیں ہو سکتے۔ اس لیے برٹش حکومت کی توجہ اس طرف خاص طور سے مبذول کراتے ہوئے اپیل کی جاتی ہے کہ برائے مہربانی رعایا کے اس رواجی حق کو میر شمس شاہ کی ذاتی خواہشات پر قربان نہ کیا جائے۔ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ جانشین تختِ قلات کے انتخاب کا مسئلہ حل کرانے کے واسطے چند سرداران ریاست کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ لیکن یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ جب تک سر شمس شاہ برسرِ اقتدار ہے، اُس وقت تک سردار اُس سے ڈرتے ہیں اور اس سے بیزار اور تنگ ہونے کے باوجود اس کی مخالفت نہیں کرسکتے۔ اس لیے وہ انتخاب کے مسئلہ میں بھی وزیر اعظم کی تائید کر کے ایک ایسی ہستی کو تخت قلات کا جانشین منتخب کریں گے جو میر شمس شاہ کی وزارت کو دائمی طور پر برقرار رکھنے میں حائل نہ ہو سکے۔

لیکن ہم یہ واضح کیے دیتے ہیں کہ سرداروں کا ایسا کوئی انتخاب صحیح تسلیم نہیں کیا جائے گا جو اپنے ملک کی قدیمی روایات کو پسِ پشت ڈال کر اپنے ان قبائل کے صلاح مشورے کے بغیر وہ کریں گے جنکی وہ نمائندگی کر رہے ہیں۔ قدیمی روایات کا تقاضا رواجِ ملک کی رو سے یہ ہے کہ یہ معاملہ جب حل کرنے کے واسطے سرداروں کے سامنے رکھا جاوے تو وہ اپنے قومی قبائل سے اس بارہ میں مشورہ کر کے اپنا صحیح انتخاب کریں۔ لیکن اب تک سرداروں نے ایسا کوئی ذمہ دارانہ قدم نہیں اٹھایا جس کے لیے میر شمس شاہ کی ریشہ دوانیاں ذمہ دار ہیں، کیونکہ سرداروں کو اپنے اس قومی فرض سے وہی عہدہ برا نہیں ہونے دیتا۔ اور ان کو اپنے مفاد میں استعمال کرنا چاہتا ہے۔

اس لیے واضح رہے کہ عام ریاست قلات کوئی ایسا حکمران نہیں چاہتی جو میر شمس شاہ کی ذاتی منفعت کے پیشِ نظر منتخب ہوا رعایائے اور جو اس کا دست نگر بن کر خالی تخت کو برائے

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

نام پر کرے۔ اور جس کو رعایا اور ملک کی بہبود سے کوئی سروکار نہ ہو۔ اور جس کے عہد میں میر شمس شاہ کے ظلم واستبداد کا سلسلہ بدستور جاری رہے۔

ہم ایک ایسا حکمران چاہتے ہیں جو تخت پر بیٹھتے ہی سب سے پہلے دستوری اور ذمہ دار حکومت کا اعلان کر کے جمہور رعایا کے منتخب نمائندگان کی ایک اسمبلی قائم کرے اور ایک عادل، اصلاح پسند اور قابل وزیراعظم کے ماتحت ملکی قابل افراد کے چار ارکان پر مشتمل ایک باضابطہ "کابینۂ وزارت" مستقل طور پر قائم کرے۔ جس کی تشکیل برقرار ذیل ہو:

وزیراعظم ۔ جو امور داخلہ اور انگریزی تعلقات کے انچارج ہوں۔

وزیر مال ۔ وزیر عدالت ۔ وزیر محکمۂ رفاہ عامہ ۔ (تعلیم، زراعت، حفظان صحت وغیرہ)

(سلسلہ کابینہ وزارت)

وزیر "انچارج سٹیٹ فورس ولیویز (پولیس) ونظامِ قیام امن"۔

(اس کابینہ میں خاص صفت یہ ہونی چاہیے کہ اس کے ممبر کم سے کم تنخواہ پر خلوص مندی سے اپنے فرائض انجام دینے والے ہوں۔ حتیٰ کہ وزیراعظم کی تنخواہ بھی پانچ سو روپے تک محدود ہو)۔

اور اس کابینہ وزارت کو اپنے انتظام کے واسطے اسمبلی کے سامنے رسمی طور پر جواب دہ ٹھہرایا جاوے تاکہ بارِ دگر ایسی زبوں صورتوں کا اعادہ نہ ہونے پاوے جو میر شمس شاہ کے عہد میں رونما ہوئی ہیں۔

2- ریاست میں ایک آزاد تحقیقاتی کمیشن مقرر کر کے تمام خرابیوں کی اصلاح کرادیں۔ ظلم و استبداد (جو مطلق العنانی کی پیداوار ہیں) کا خاتمہ کر کے رعایا کی تمام شکایات کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کریں۔ اور اتنی اہلیت رکھتے ہوں کہ ریشہ دوان اور خود غرض چاپلوس افراد کے اثر سے ہر طرح اپنے آپ کو محفوظ رکھ سکیں۔

اور جن میں یہ صفت خاص طور سے ہو کہ وہ ہمیشہ کفایت شعاری کے زریں اصول کو ہر ایک پہلو سے مدنظر رکھ کر خرچ کیا کریں۔

اور جو توسیع تعلیم اور آبادیٔ ملک پر خاص طور سے توجہ دیں۔

برطانوی حکومت کے عہدنامہ جات کو احترام کی نظر سے دیکھتے ہوئے باہمی تعاون کے دوستانہ تعلقات کے اصول کو اور اس اصول کے تمام استحکامی ضرورتوں اور مصلحتوں کو بذاتِ خود محسوس کرنے والے ہوں تاکہ ان کی پوزیشن ہر پہلو سے مکمل ہو۔

*****

ہم برٹش گورنمنٹ سے پوری امید کرتے ہیں کہ وہ ہماری ریاست کے آئندہ نظامِ حکومت کی تائید کر کے تخت قلات کے جانشین کا صحیح انتخاب جمہور عام کی رائے سے کرے گی۔ اور میر شمس شاہ کو معزول کر کے اس کے ظلم واستبداد کا خاتمہ کرے گی۔

فقط ــــ نومبر 1931

بمقام لاہور

دستخط	**دستخط**
یوسف علی عزیز	**عبدالعزیز کرد**
	سیکرٹری انجمن اتحاد بلوچستان

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

چیلنج

اگر شمس شاہ کو اکمبن کے لگائے
ہوئے صحیح الزامات مندرجہ مکتوب ہذا کے غیر صحیح
ہونے پر اصرار ہوا، اور اس بناء پر وہ کچھ کاروائی کرنے کا
ارادہ رکھتے ہوں تو ہم اپنی صداقت کے بھروسے
پر اس کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ یہاں لاہور
برٹش عدالت میں آ کر ان کی تردید
کرے جہاں اس مکتوب کی
اشاعت عمل میں آئی
ہے۔ مگر واضح
رہے کہ یہاں کی
عدالت
قلات کا جرگہ نہیں
ہوگا۔

جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ
جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ جامعہ یوسفیہ

YOUSAF AZIZ MAGSI
CHAIR
UNIVERSITY OF BALOCHISTAN

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair

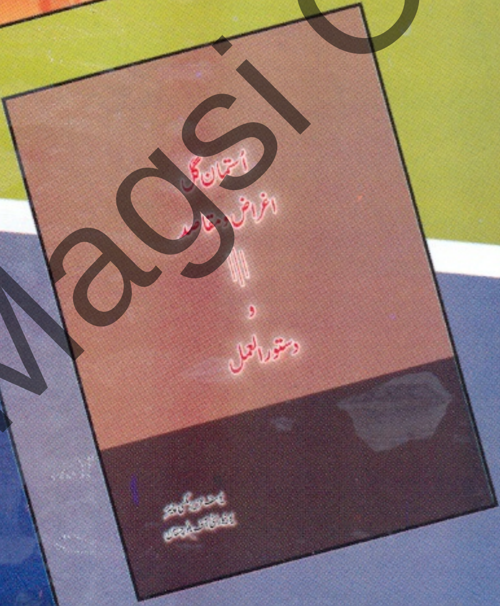

جامعہ یوسفیہ

YOUSAF AZIZ MAGSI
CHAIR
UNIVERSITY OF BALOCHISTAN

Printed by: Sadiq Printing Press Sabzal road Quetta.

Yousaf Aziz Magsi Chair
Yousaf Aziz Magsi Chair